جلد ۳　　　جولائی ۱۹۶۲ء　　　شمارہ ۷

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ: پانچ روپے　　　قیمت فی پرچہ: آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

جولائی ۱۹۶۲ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:۔ پانچ روپے فی پرچہ:۔ پچاس پیسے

فہرست مضامین

طابع و ناشر: محمد ابراہیم ؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی، ربوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۳ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۷

(۱۵ جولائی ۱۹۶۲ء)

مغربی افکار میں ایک جدید انقلاب کے آثار

مسیح پاک کی ایک پیشگوئی کا عظیم الشان ظہور

انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اللہ تعالےٰ سے خبر پاکر روئے زمین پر پوری شان کے ساتھ اسلام کے ایک دفعہ پھر غالب آنے کی پیشگوئی فرمائی تو ساتھ ہی آپ نے اِس امر کو شد و مد کے ساتھ پیش فرمایا کہ یورپ بھی جو اِس وقت مادہ پرستی میں سر سے پاؤں تک ڈوبا ہوا ہے بالآخر اسلام کی آغوش میں آئے بغیر نہ رہے گا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید کا دل و جان سے اقرار کرنے میں فخر محسوس کرنے لگے گا۔ اِس ضمن میں آپ نے یہ اطلاع بھی دی کہ یورپ کی اِس قلب ماہیت کا عنقریب آغاز ہونے والا ہے۔ چنانچہ فرمایا ؎

آ رہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام نے جس زمانہ میں اہلِ یورپ کے مزاج میں اِس خاص تبدیلی کی خبر دی اُس وقت تک اِس کے کوئی آثار موجود نہ تھے۔ بظاہر حالات علیسائیت پورے مغرب پر چھائی ہوئی تھی البتہ سائنس اور فلسفہ کے زیرِ اثر مغرب کے پڑھے لکھے اور فہمیدہ لوگ مادہ پرستی اور دہریت

کی طرف بڑی تیزی سے مائل ہوتے جا رہے تھے۔ سو گویا اُس وقت تک مزاج میں تبدیلی کے آثار تو رونما ہونے شروع ہو گئے تھے لیکن یہ تبدیلی انہیں عیسائیت سے بیزار کر کے دہریت کی طرف لے جا رہی تھی۔ اُس میں اسلام کی طرف میلان کے لئے کوئی گنجائش نظر نہ آتی تھی۔ بایں ہمہ آج دنیا اِس امر پہ گواہ ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے اِس اعلان کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یعنی بیسویں صدی کا آغاز ہوتے ہی اہلِ مغرب کے مزاج میں دفعتہً ایک نئی تبدیلی کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوئے اور اُس وقت سے برابر ظاہر ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ نئی تبدیلی یقیناً اسلام کی طرف میلان کی حامل ہے۔ یورپ اور امریکہ سے شائع ہونے والے اخبارات و رسائل کے مضامین میں آئے دن اِس نئی تبدیلی کا ثبوت ملتا رہتا ہے حتّٰی کہ یہ تبدیلی اب ایک مسلّمہ حقیقت کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کا ایک تازہ ثبوت ڈاکٹر ہسٹن سمتھ (Dr. Huston Smith) کے اُس فاضلانہ مقالہ میں بھی ملتا ہے جو انہوں نے انگریزی کے بلند پایہ سہ ماہی مجلّہ "امریکن جرنل" کی مارچ ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں "مغربی افکار میں انقلاب" (The Revolution in Western Thought) کے زیرِ عنوان لکھا ہے۔ ڈاکٹر ہسٹن سمتھ امریکہ کے میساچیوسٹ انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی میں فلسفہ کے پروفیسر ہیں۔ آپ نے شکاگو یونیورسٹی سے پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد سالہا سال تک مختلف مذاہب اور مختلف ثقافتی نظاموں کا مطالعہ کیا ہے۔ ذیل میں ہم ڈاکٹر صاحب موصوف کے مذکورہ بالا مقالہ کے بعض اقتباسات پیش کر کے اِس امر پر روشنی ڈالیں گے کہ کس طرح اہلِ یورپ کے مزاج میں یہ نئی تبدیلی انہیں اسلام کے قریب لا رہی ہے اور اس طرح حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وہ پیشگوئی جو آپ نے انیسویں صدی کے اواخر میں فرمائی تھی کس شان سے پوری ہوتی چلی آ رہی ہے۔

پروفیسر ہسٹن سمتھ نے اپنے اِس مقالہ میں اِس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ سلطنتِ روما کے زوال کے بعد سے مغربی دنیا پر فکری و نظری اعتبار سے تین مختلف دَور آئے ہیں۔

(۱) اِن میں سے پہلا دَور عیسائیت کا دَور ہے۔ یہ عیسائیت کے غلبہ کے بعد چوتھی صدی عیسوی سے شروع ہوا اور سترھویں صدی کے آغاز تک جاری رہا۔ یہ دَور عقل کو یکسر کام میں نہ لاتے ہوئے کائنات اور اس کی ہر شے اور جملہ معتقدات کو بلا چون وچرا منشائے خداوندی کے طور پر تسلیم کرنے کا دَور تھا۔

(۲) دوسرا دَور جو سائنسی دَور کہلاتا ہے سترھویں صدی سے شروع ہوا۔ اس میں اہلِ مغرب نے

عیسائی اندازِ فکر کو خیرباد کہہ کر یونانی اندازِ فکر کو اپنایا اور عقل کی رو سے نیچر کی کُنہ و کیفیت اور اس کے مختلف مظاہر کی تہہ تک پہنچنے کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی۔ اس میں ابتدائی کامیابیوں کی وجہ سے وہ اس پر راسخ ہوتے چلے گئے کہ وہ مجرد عقل کے بل پر نیچر اور اسکے جملہ قوانین پر حاوی ہو سکتے ہیں۔ رہا خدا کا وجود، سو اس کو بھی ازروئے سائنس ہی حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر سائنس کی رو سے اس کا ثبوت ملے تو اسے تسلیم کیا جا سکتا ہے ورنہ اسے تسلیم کرنے کی سرے سے ضرورت ہی نہیں۔ انہوں نے محسوس کیا کہ نیچر میں ایک نظام اور ترتیب ہے جو بعض اٹل اور غیر مبدل قوانین میں جکڑی ہوئی ہے۔ اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ نظام ہی دراصل علت العلل ہے اور اسی کا نام فی الحقیقت حقیقتِ کبریٰ ہے اس سے ماوراء کسی قادرِ مطلق ہستی کا تصوّر فی الحال خارج از بحث شمار ہونا چاہیئے۔

(۳) تیسرا دَور اب آکر بیسویں صدی میں شروع ہوا ہے جبکہ نت نئے سائنسی انکشافات کے بعد مغربی مفکرین یہ باور کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ بہت کچھ معلوم کر لینے کے باوجود بھی عقل اور سائنس کی مدد سے نیچر کی نہاں در نہاں طاقتوں اور خواص کو معلوم کرنے اور نیچر پر حاوی ہونے کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ نئے نئے انکشافات حیرت و استعجاب کو دُور کرنے کی بجائے اس میں اضافے کا موجب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کائنات اور اسکے تمام رازوں پر حاوی ہونا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ انسان نیچر کے رازوں پر سے لاکھ پردے اٹھاتا چلا جائے پھر بھی وہ نیچر کے نہاں در نہاں رازوں کی تحصیل میں ایک طفلِ مکتب ہی رہے گا اور بے شمار دائرے اور حلقے ایسے نظر آتے چلے جائیں گے جہاں عقل کی رسائی ممکن نہیں ہوگی، سوائے اس کے کہ انسان اُن کے بارے میں "عقلی تسکین" کی بجائے "قلبی تسکین" حاصل کرنے کی کوشش کرے کیونکہ نیچر میں نظام اور ترتیب کا اصول صرف ایک حد تک ہی کام کرتا دکھائی دیتا ہے اس سے آگے نہیں۔ سائنس اب ایک ایسے مرحلہ میں پہنچ گئی ہے جہاں نظام کی سرحدیں ختم ہوتی دکھائی دے رہی ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کائنات اپنی بنیاد اور آغاز کے لحاظ سے کسی نظام پر قائم نہیں بلکہ لاینحل تضاد کے باوجود قائم ہے۔

پروفیسر ہسٹن سمتھ نے عیسائیت کے تیرہ سو سالہ دَور کے بعد سائنس کے تین سو سالہ دَور کو دَورِ جدید سے تعبیر کیا ہے اور بیسویں صدی میں اب جس نئے دَور کا آغاز ہوا ہے اسے انہوں نے جدید تر دَور کا نام دیا ہے۔ سب سے پہلے وہ عیسائیت کے دَور اور اس کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے

ہیں :۔

"ایک عیسائی دنیا میں اس طرح رہتا تھا جس طرح ایک بچہ اپنے باپ کے گھر میں رہتا ہے اور اس گھر کی تعمیری ساخت اور اس کی اقتصادی افتاد کو بلا چون وچراچوں کا توں تسلیم کرتا چلا جاتا ہے۔ بائبل میں الیہو، ایوب سے پوچھتا ہے "کیا کوئی شخص خدا کے آسمانی گنبد میں کڑک اور گرج کے راز سے واقف ہو سکتا ہے؟ کیا تم آسمانوں کے قوانین اور اصولوں کو سمجھ سکتے ہو کہ بادل کس طرح متوازن رہتے ہیں اور یہ کہ بجلی کیوں چمکتی ہے؟ کیا تجھے معلوم ہے کہ اس وقت جبکہ صبح کے ستارے مل کر گاتے تھے اور خدا کے سب بیٹے خوشی سے للکارتے تھے، کس نے زمین کی ناپ ٹھہرائی اور کس چیز پہ اس کی بنیاد ڈالی گئی؟" ـــــ اس قسم کے سوالوں کا جواب واضح تھا یعنی یہی کہ نیچر کے رازہائے سربستہ ایک اتھہ سمندر کی طرح ہیں جس کی دولت کو باہر نکالنا انسان کے کمزور اور حقیر دماغ کے بس میں نہیں ہے۔"

(امریکن جرنل مارچ ۱۹۶۲ء صفحہ ۳)

اس کے بعد سائنسی دور اور اس کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر ہسٹن سمتھ لکھتے ہیں:۔

"عیسائی دور کے اس مفروضہ پر کہ نیچر کے عجائبات انسانی ادراک سے بالا ہیں سولہویں اور سترھویں صدی میں اعتراض ہونے لگا اور اس طرح یہ دونوں صدیاں عیسائیت کے دور کے بعد دورِ جدید اور جدید نقطۂ نظر کے حق میں ایک نقیب ثابت ہوئیں۔ عیسائیت کی نشاۃ ثانیہ کی تحریک نے نیچر میں ابتدائی یونانی دلچسپی کے جذبے کو ابھارا اور اس کے نتیجہ میں گزشتہ دو ہزار سال میں پہلی مرتبہ مغربی انسان نے اپنے ماحول سے ماوراء (عالم اخروی) کی بجائے خود اپنے ماحول (کائنات ارضی) کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا شروع کیا۔ ..... اس طرح خدا کی معرفت حاصل کرنے کی بجائے خدا کے کاموں کی کنہ و کیفیت معلوم کرنے کی تگ و دو کا آغاز ہوا۔

اس کا نتیجہ جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے، جدید سائنس کی شکل میں دنیا کے سامنے آیا۔ گہرے مطالعہ اور تحقیق و تدقیق کے نتیجہ میں نیچر کا دھندلکا پہلے کی نسبت کسی قدر صاف دکھائی دینے لگا اور سمجھا یہ جانے لگا کہ اگر صبر اور استقلال کے ساتھ تحقیقی مساعی اور سائنسی جد و جہد کو جاری رکھا جائے تو کائنات کے ڈھانچہ کو حیرت انگیز طور پر حد نگاہ میں لا کر توجہ کو اس پہ مرکز کیا جا سکتا ہے ..... اور یہ باور کیا جانے لگا کہ اگرچہ نیچر کے

عجائبات اِس سے بہت زیادہ ہیں جتنا کہ اب تک ہم سمجھتے تھے تاہم انسانی دماغ ان پر حاوی ہوسکتا ہے۔ کائنات ایک مربوط اور پابندِ قانون نظام سے عبارت ہے۔ ہم عقل کی مدد سے اِس نظام کو با معانی سمجھ سکتے ہیں اور اس پر عبور حاصل کر سکتے ہیں۔

تھوڑا عرصہ بعد ہی اس تحقیق و تدقیق کے نتیجے میں جدید سائنسی انکشافات کے عملی نتائج ظہور میں آنے لگے۔ انسانوں سے غلاموں کے طور پر کام لینے کا طریق ترک کر دیا گیا، مشینیں بہتر ہوگئیں، ہر قسم کا ساز و سامان بڑھتا چلا گیا اور فراغت میسر آتی چلی گئی۔ زندگی کو بہتر بنانے کے لحاظ سے یہ فوائد کچھ کم اہم نہ تھے۔ لیکن دوسری طرف نیچر کو کلی طور پر قابلِ ادراک ماننے اور عملاً اس سے فائدہ اٹھانے کے نتیجے میں انسانیت کی تکمیل کے نقطہ نگاہ سے خدا کی اطاعت کا جذبہ ماند پڑتا چلا گیا (یعنی نیچر اور اس کے قوانین کو ہی علت العلل سمجھ لیا گیا) خدا کو کلی طور پر گہن میں تو نہیں ڈالا گیا کیونکہ ایسا کرنے میں ماضی سے یکسر قطع تعلق کرنا پڑتا تھا اور تاریخ بالعموم اتنا شدید انقطاع گوارا نہیں کیا کرتی البتہ خدا کو ذہنی افکار و خیالات کے بیرونی دائرے کی طرف دھکیل دیا گیا۔ کھلی کھلی دہریت تو اختیار نہیں کی گئی تاہم خدا کو اس کی اپنی تخلیق سے یکسر بے تعلق تصور کیا جانے لگا۔ مراد یہ ہے کہ امتیازی طور پر اس نظریہ نے جدید دماغ کے ایک مذہبی نشان کی صورت اختیار کر لی کہ خدا اس کائنات کا خالق تو ہے لیکن وہ ایک دفعہ تخلیق کرنے کے بعد اسے خود اس کے اپنے ہی اختیار کردہ غیر مبدّل قوانین کے حوالے کر کے علیحدہ ہوگیا ہے اور اب اس میں وہ کوئی دخل نہیں دیتا۔ اب قدرت کے ذریعہ ہی خدا کے طریقوں اور اس کے منشاء کو معلوم کیا جا سکتا ہے کسی اَور ذریعہ سے نہیں.....

ہوتے ہوتے دَورِ جدید یعنی سائنسی دَور میں خدا کی ہستی معرضِ امتحان میں آپڑی کہ آیا وہ برقرار رہتی ہے یا کالعدم قرار پاتی ہے کیونکہ اُس کے وجود یا عدم وجود کا مدار اِس بات پر آرہا کہ آیا نیچر میں ترتیب اور نظام کا پتہ لگانے والی عقل اس کی تائید کرتی ہے یا نہیں۔ معلوم یوں ہونے لگا کہ گویا عیسائیت اور خدا دونوں ہی (لرزاں و ترساں) منتظر ہیں کہ سائنسدان اور فلسفی ان کے حق میں کیا فیصلہ صادر کرتے ہیں۔"

(امریکن جرنل مارچ ۱۹۶۲ء صفحات ۷۴، ۷۷)

یہ دکھانے کے بعد کہ جدید سائنسی دَور نیچر میں نظام اور ترتیب کو ہی سب کچھ سمجھنے اور اسی کو انسانیت کی تکمیل کے لئے کافی گرداننے کی وجہ سے کس طرح دہریت کی طرف مائل ہوتا چلا گیا، پروفیسر ہسٹن سمتھ آگے چلکر

بیسویں صدی کے دورِ جدید تر میں مغربی افکار کے اندر یکسر ایک نئے انقلاب کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ایسا کہ اس زمانہ میں طبعیات کے جدید علم نے ربط و ضبط اور نظام و ترتیب کے انسانی احساس کے لئے ایسے مسائل پیش کر دیئے ہیں جنہیں پیمانوں اور اوزان وغیرہ کو زیادہ تفیس بنانے سے بھی حل نہیں کیا جا سکتا۔ بھلا یہاں پیمانوں اور اوزان کی بات ہی کیا کی جا سکتی ہے جبکہ مختلف اشیاء کے طریقِ کار اور ہر اُس ممکن طریقے میں جس کی مدد سے ہم اشیائے مختلفہ کی کارفرمائی کو محسوس کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں کوئی تعلق یا واسطہ بنتا ہی نہیں مثال کے طور پر ہم ایک ایسے الیکٹرون کو کس طرح تصویری زبان میں ظاہر کر سکتے ہیں جو خلاء میں بیک وقت دو یا دو سے زیادہ مختلف راستوں پر سفر کرتا ہے یا ایک مدار سے دوسرے مدار میں پہنچتا چلا جاتا ہے درآنحالیکہ وہ ان کے درمیانی فاصلہ کو قطعاً عبور نہیں کرتا۔ ہم ایک ایسی خلاء کا کونسا ماڈل بنا سکتے ہیں جو محدود ہو اور ساتھ ہی غیر محدود بھی۔ یا روشنی کو کس نمونہ کے ذریعہ پیش کر سکتے ہیں جو لہر بھی ہے اور ایک ذرہ بھی۔ یہ ایسے معمے ہیں کہ جو ہارورڈ کے پی۔ ڈبلیو برج مین جیسے ماہرینِ علمِ طبعیات کو یہ کہنے پر مجبور کر رہے ہیں کہ:۔ "عجب نہیں نیچر کی ساخت اور اُس کا ڈھانچہ بالآخر ایسا ہی ہو کہ ہمارے اندازے تک اس پر پورے اُتر ہی نہیں سکتے اور اس بناء پر ہمیں اس امر کی کافی ضمانت نہیں دیتے کہ ہم اس کے بارہ میں سرے سے غور و فکر سے کام لیں ...... یہ دنیا ہماری تحقیق کے دوران بالآخر غائب ہو کر ہمیں دھوکہ دے جاتی ہے ..... اور ہم ایک ایسی کیفیت سے دوچار ہو جاتے ہیں کہ جسے ہم بیان کر ہی نہیں سکتے۔ ہم سائنس کے عظیم علمبرداروں کی تقلید میں بالآخر ایک ایسی حد پر پہنچ گئے ہیں جس سے آگے جانا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے حالانکہ ان عظیم پیشرو سائنسدانوں کا ادراک یہ تھا کہ ہم ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں جس پر ہم اپنے دماغوں کی مدد سے حاوی ہو سکتے ہیں"۔۔۔۔"

(امریکن جرنل مارچ ۱۹۶۲ء صفحہ ۷۵)

مجرد عقل کے ذریعہ نیچر پر حاوی ہونے سے متعلق سائنسدانوں کی تعلّیوں اور ان کے عملی اقدامات اور کوششوں کی ناکامی کو اچھی طرح واضح کرنے کے بعد پروفیسر ہسٹن سمتھ نے اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ اس ناکامی اور مایوسی کے نتیجے میں مغربی مفکرین اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ ہم محض عقل کی بناء پر یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ خدا ہے یا یہ کہ خدا نہیں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"آجکل کے اس نئے دور میں خدا کی ہستی (یا عدم ہستی) کے وہ دلائل سننے میں نہیں آتے جو

کچھ عرصہ قبل تک جدید دنیا کو بہت اہم دکھائی دیتے تھے۔ برخلاف اس کے اس بات پر اصرار بار بار سننے میں آتا ہے کہ زندگی کے عملی مسائل حل کرنے میں عقل و دانش کتنی ہی کارآمد اور مفید کیوں نہ ہو جب حقیقتِ کبریٰ سے متعلق مسائل کے ساتھ اس کا واسطہ پڑتا ہے تو اپنی کاوش کے تعلق میں یہ اپنی لاعلمی اور جہالت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہتی۔" (امریکن جرنل مارچ ۱۹۶۲ء صفحہ ۵)

نیچر کی بے اندازہ طاقتوں اور الٰہیات کے مسائل میں مجرد عقل کی بے چارگی کا احساس بالآخر بیسویں صدی کے مفکرین کو اس طرف لے آیا ہے کہ یہ مسائل عقلی تسکین سے نہیں بلکہ قلبی تسکین سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی بناء پر انہیں حل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ پروفیسر ہسٹن سمتھ آگے چل کر لکھتے ہیں:-

"خدا کی ہستی (یا عدم ہستی) کے مجرد عقلی دلائل کی عاجزانہ بے چارگی کے نتیجہ میں اس کے دو افادی پہلو رونما ہوئے ہیں۔ ایک پہلو تو یہ ہے کہ "قلبی دلائل" کی اہمیت "عقلی دلائل" کے بالمقابل ممیز ہو گئی ہے۔ دوسرا پہلو اس خوف اور خشیت کی بحالی کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جس کے بغیر مذہب کو مجرد اخلاقی فلسفہ سے علیحدہ ایک ممتاز و ممیز شکل میں پیش کرنا قریباً ناممکن ہے۔ جدید نظریے نے خدا کو عقلی توجیہات کے ایک محدود سسٹم میں شامل کر کے خدا اور بندے کے درمیان کیفیت و صفات کے غیر محدود امتیاز کو یکسر نظر انداز کر دیا تھا۔ زمانۂ جدید کے بعد خاص موجودہ دور کے دینیاتی مسلک نے اس امتیاز کو بڑی قوت کے ساتھ دوبارہ بحال کر دیا ہے۔ اگر خدا ہے تو اس حقیقت نے کہ محض ہماری عقلیں اس کی اصل کیفیت اور صفات کا پورا ادراک حاصل نہیں کر سکتیں ہمارے لئے یہ امر ناگزیر بنا دیا ہے کہ ہم یہ تسلیم کریں کہ خدا اپنی کیفیت اور صفات کے لحاظ سے یکسر مختلف ہے۔"

(امریکن جرنل مارچ ۱۹۶۲ء صفحہ ۵)

پروفیسر ہسٹن سمتھ کے مقالۂ مذکورہ کے مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ عیسائیت کی عقل سے یکسر عاری روش کے نتیجے میں پہلے مغربی دنیا دہریت کی طرف گئی اور کئی صدیاں دہریت میں گزارنے اور مجرد عقل کے بل پر قوانینِ قدرت اور اُن کی کارفرمائیوں کو ہی حقیقتِ کبریٰ سمجھنے کے بعد اب وہ عقل کی نارسائی سے عاجز آکر ایک دفعہ پھر خدا کی طرف آ رہی ہے اور اس یقین کے ساتھ آ رہی ہے کہ خدا کی ہستی کا یقین کرنے کے لئے قلبی تسکین کو عقلی تسکین سے بڑھ کر اہمیت حاصل ہے اور اسی راہ سے خدا تک پہنچا جا سکتا ہے اور اس کی معرفت کا حصول ممکن ہو سکتا ہے۔ مجرد عقل نے تو سائنس کو اندھیرے میں چھوڑ کر خود سائنسدانوں

کے دلوں میں ہیبت کا ایک شدید احساس پیدا کر دیا ہے اور یہ ہیبت ہی انہیں بالآخر خدا تک پہنچنے کے حقیقی راستے کی طرف لا رہی ہے جو ایک حد تک عقل اور پھر سراسر قلبی تسکین اور بالآخر الہام کا راستہ ہے۔ اور بلاشبہ یہی وہ راستہ ہے جس کی طرف جملہ مذاہب میں سے صرف اور صرف اسلام نے پوری پوری راہنمائی کی ہے اور جسے اس زمانہ میں جیسا کہ آگے چل کر ہم بیان کریں گے قرآن مجید کی رُو سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی شدومد اور تفصیل کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔

اسلام نے عیسائیت کی طرح کائنات کے اس نظام کو بلا چون وچرا تسلیم کرنے اور عقل سے کام نہ لینے کی تلقین نہیں کی بلکہ اس نے کائنات کی ایک ایک چیز اور اس کے خواص اور اس میں کارفرما قوانینِ قدرت پر غور کرنے اور کرتے رہنے کی پُرزور تلقین کی ہے اور عقل کو کام میں لا کر ان سب کا کھوج لگانے پر اُبھارا ہے حتیٰ کہ اُس نے مومنوں کی یہ ایک مستقل صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ کائنات کی تخلیق اور اس میں رونما ہونے والے تغیرات پر غور کرتے رہتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کے جو نشانات مضمر ہیں انہیں معلوم کرنے سے کبھی نہیں تھکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :-

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۚ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران آیات ۱۹۰ تا ۱۹۲)	آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں عقلمندوں کے لئے یقیناً کئی نشان موجود ہیں، وہ عقلمند جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تُو نے اس عالم کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا تُو ایسے بے مقصد کام کرنے سے پاک ہے پس تُو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاں تخلیق کائنات پر غور کرتے رہنے کی تلقین فرمائی ہے وہاں ساتھ ہی اس غور و فکر اور تحقیق و تدقیق کا مقصد یہ قرار دیا ہے کہ لوگ کائنات کی تخلیق اور اس میں نہایت درجہ محکم نظام اور ترتیب کا مطالعہ کرکے اس بات پر ایمان لائیں کہ یہ کائنات خود بخود معرضِ وجود میں نہیں آسکتی بلکہ ایک قادرِ مطلق ہستی ہے جس نے اسے بنایا ہے اور جو اسے ایک مقررہ راستہ پر چلا رہی ہے جیسا کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ یہ نظام خود بخود صانع پر ایک زبردست دلیل کی حیثیت رکھتا ہے نہ کہ اس کے

انکار پر۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں کائنات اور اُس کی ایک ایک چیز اور اُس کے خواص کا علیحدہ علیحدہ ذکر کر کے ان کے متعلق غور و فکر سے کام لینے اور پھر وجود صانع کا اقرار کرتے ہوئے اُس پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی ہے۔ اِس نوعیت کے استدلال کا ایک لا متناہی سلسلہ ہے جو قرآن مجید میں دیگر بے شمار مضامین کے ساتھ ساتھ چلتا چلا جاتا ہے اور انسان یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حقائق الاشیاء کے دریافت کرنے پر کس قدر زور دیا ہے۔ ہوا، پانی، آگ، مٹی، روئیدگی، بادلوں کا بننا، بارش کا برسنا، نیز پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں اور آسمانوں اور ان کے مخفی خزانوں اور خواص میں سے ایک ایک کا الگ الگ نام لے کر اللہ تعالیٰ نے قدرت کے عجائبات پر غور و فکر کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اگر ان سب احکامات پر اس نقطۂ نگاہ سے غور کیا جائے تو قرآن علوم سائنس کی ایک زبردست کتاب نظر آنے لگتا ہے۔ لیکن ان تمام احکام اور تلقینوں کے باوجود خدا تعالیٰ نے ساتھ ہی نہایت زوردار الفاظ میں یہ بھی یاد کرا دیا ہے کہ ان عجائبات کی تحقیقات میں یک طرفہ پڑ کر انہی میں غرق نہ ہو جانا اور انہی کو سب کچھ نہ سمجھنے لگنا کیونکہ قدرت کے عجائبات پر تم کبھی پورے طور پر حاوی ہو ہی نہیں سکتے۔ یہ سب کارخانہ اُس وراء الوراء اور قادرِ مطلق ہستی کا بنایا ہوا ہے، جس کی قدرتوں اور صفات کی کوئی حد بست ممکن ہی نہیں۔ تمہارا اِس پر حاوی نہ ہو سکنا ہی تمہارے عجز اور خدائے بے ہمتا کی بے اندازہ قدرتوں اور حکمتوں پر دال ہے۔ چنانچہ تحقیق و تدقیق سے کام لینے کی تلقین پر بے انتہار زور دینے کے باوجود اللہ تعالیٰ ساتھ ہی قرآن مجید میں بہ تکرار فرماتا ہے:۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا　　اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کے احسان شمار
(ابراہیم آیت ۳۵ و النحل آیت ۱۹)　　کرنے لگو تو تم کبھی ان کا احاطہ نہ کر سکو گے۔

اِسی طرح ایک اَور جگہ اللہ تعالیٰ نے اِس امر کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ انسان اپنی تحقیق و تدقیق کے نتیجہ میں کبھی بھی قانونِ قدرت پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا
(الکہف آیت ۱۱۰)

تو انہیں کہہ کہ اگر ہر ایک سمندر میرے رب کے نشانوں کے لکھنے کے لئے روشنائی بن جاتا تو میرے رب کے نشانات ختم ہونے سے پہلے ہر ایک سمندر کا پانی ختم ہو جاتا گو اسے زیادہ کرنے کے لئے ہم اتنا ہی اور پانی سمندر میں لا ڈالتے۔

اِسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک اَور جگہ اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ　　زمین میں جتنے درخت ہیں اگر ان کی قلمیں بن جائیں

وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

(لقمٰن آیت ۲۸)

اور سمندر سیاہی سے بھرا ہوا ہو اِس طرح کہ سیاہی کے سات اور سمندر اُس میں ملا دیئے جائیں تو بھی اللہ کے نشان ختم نہیں ہونگے۔ اللہ یقیناً غالب اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

قرآن مجید کی یہی وہ پُر حکمت تعلیم ہے جس کی روشنی میں حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجرد عقل اور مشاہدہ کی رُو سے عجائبات قدرت معلوم کرتے اور پھر نعوذ باللہ نیچر پر حاوی ہو کر خدا کے وجود یا عدم وجود کا پتہ لگانے کی فلسفیانہ کوششوں کے سراسر بے سود ہونے کو بڑی عمدگی سے واضح فرمایا ہے۔ اِس ضمن میں آپ نے قرآنی تعلیم کو اپنی متعدد کتب میں کمال درجہ خوبی سے پیش فرما کر واضح فرمایا ہے کہ عقل بے شک خدا نے اسی لیے عطا کی ہے کہ ہم اسے کام میں لا کر جس حد تک ممکن ہو حقائق الاشیاء معلوم کرنے کی کوشش کریں اور جوں جوں یہ حقائق ہم پر کھلتے چلے جائیں ہم اور زیادہ پختہ ایمان اور یقین کے ساتھ خدا کے حضور جھکتے چلے جائیں اور اُس کی غیر محدود قدرتوں اور طاقتوں پر ایمان لا کر اس کی حمد و ثنا بجا لائیں لیکن ہمیں یہ امر ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ بہرصورت ایک مخصوص دائرہ کے اندر ہی عقل کام کر سکتی ہے اس سے ماوراء اس کی رسائی ممکن نہیں۔ اگر اس مقررہ دائرے سے باہر خالص غیب کے دائرے میں ہم عقل کو دوڑاتے اور اس کے فیصلوں پر چلنے کی کوشش کریں گے تو سوائے گمراہی اور نقصان کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اسی لئے عقل کو کام میں لا کر حقائق الاشیاء ضرور معلوم کرنے چاہئیں اور پوری تندہی سے معلوم کرتے جانا چاہئیں لیکن اِس بنیادی اصل کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ نیچر کی جملہ طاقتوں اور اُس کے تمام کے تمام خواص پر انسان کبھی حاوی نہیں ہو سکتا۔ اس کی عقل ایک حد تک ہی رہنمائی کا فرض ادا کر سکتی ہے اس حد سے آگے معرفت کے حصول کا ذریعہ الہام ہے۔ اِس حد پر پہنچکر عقل کی کارفرمائی ختم ہو جاتی ہے اور قلب کی کارفرمائی کا حلقہ شروع ہو جاتا ہے۔ جب قلب باطنی جد و جہد کے نتیجہ میں موہبتِ الہٰی اور الہٰی بن کر الہام پانے کے قابل ہو جاتا ہے تو یکدم حقائق و معارف اور خاص امرار حسب منشاءِ الہٰی انسان پر کھولے جاتے ہیں اور وہ حق الیقین سے بھر جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پہلے مقررہ اور محدود دائرے کے اندر عقل سے کام لینے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اہلِ اسلام وہ قوم ہے جن کو جا بجا قرآن میں یہی رغبت دی گئی ہے کہ وہ فکر اور خوض میں مشق کریں اور جو کچھ عجائباتِ صنعت زمین و آسمان میں بھرے پڑے ہیں اُن سے واقفیت حاصل کریں۔ مومنوں کی تعریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا

وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا۔ یعنی مومن وہ لوگ ہیں جو خدائے تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں اور جو کچھ زمین و آسمان میں عجائب صنعتیں موجود ہیں ان میں فکر اور غور کرتے رہتے ہیں اور جب لطائفِ صنعتِ الٰہی ان پر کھلتے ہیں تو کہتے ہیں کہ خدایا تُو نے ان صنعتوں کو بے کار پیدا نہیں کیا یعنی وہ لوگ جو مومن خاص ہیں صنعت شناسی اور ہیئت دانی سے دنیا پرست لوگوں کی طرح صرف اتنی ہی غرض نہیں رکھتے کہ مثلاً اسی پر کفایت کریں کہ زمین کی شکل یہ ہے اور اس کا قطر اس قدر ہے اور اس کی کشش کی کیفیت یہ ہے اور آفتاب اور ماہتاب اور ستاروں سے اس کو اس قسم کے تعلقات ہیں بلکہ وہ صنعت کی کمالیّت شناخت کرنے کے بعد اور اس کے خواص کھلنے کے پیچھے صانع کی طرف رجوع کر جاتے ہیں اور اپنے ایمان کو مضبوط کرتے ہیں اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ یعنی خدائے تعالیٰ جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی۔ پس دیکھنا چاہیئے کہ ان آیات میں مسلمانوں کو کس قدر علم و حکمت حاصل کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ یعنی علم کا طلب کرنا ہر ایک مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴)

عقل سے کام لیکر حقائق الاشیاء معلوم کرنے کی اہمیت واضح کرنے کے بعد ساتھ ہی آپ نے یہ امر بھی واضح فرمایا کہ انسان عقل کی مدد سے ایک حد تک ہی حقائق الاشیاء اور عجائباتِ قدرت کا پتہ لگا سکتا ہے۔ وہ اپنی اس دَوڑ دھوپ میں کبھی اور کسی حال میں بھی ان پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

" اگر خدائے تعالیٰ کی قدرتوں کے باریک بھیدوں پر عقلِ انسانی محیط ہو سکتی تو گویا خدائی کی ساری کیفیت وکُنہ معلوم ہو جاتی۔ اگر عقلِ انسانی کی نظرِ ناقص کسی صفتِ ربانی کے اوّل آخر پر پھر جائے تو وہ صفت محدود ہو جائے گی اور صفت کا محدود ہونا ذاتِ باری کے محدود ہونے کو مستلزم ہے۔ بھلا وہ خدا کیسا ہوا جس کی ساری قدرتوں پر ایک ذرہ مخلوق محیط ہو جائے۔ اور ایسا پرمیشر کس بات کا پرمیشر ہے کہ اگر وہ کسی اپنے متخیلہ کو کہے کہ ہو جا تو کچھ بھی نہ ہو۔ خدا تو اُسی ذاتِ عجیب القدرت کا نام ہے کہ جو اُس کے ارادہ سے سب کچھ ہو جاتا

ہے۔ جب وہ اپنے کسی امرِ مقصود کو کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ فی الفور اُس کی قدرتِ کاملہ سے نقشِ وجود پکڑ جاتا ہے۔" (سرمہ چشم آریہ صـ۱۱۶، ۱۱۷)

نیز اس کی مزید وضاحت کے طور پر حقائق الاشیاء کی جد و جہد میں صحیح طریق کی نشان دہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اور یہ کہنا کہ خدائے تعالیٰ کی وہی قدرت قابلِ تسلیم ہے جو ہماری سمجھ میں آجائے، ہم نہیں جانتے کہ اس کا نام جہالت کہیں یا تعصب یا دیوانگی۔ اگر خدائے تعالیٰ کی قدرتوں میں یہ بھی شرط ہے کہ انسان کے اندازۂ فہم سے زیادہ نہ ہوں تو بس پھر اُس کی قدرتیں ہو چکیں۔ قدرتِ ربانی تو اسی کا نام ہے کہ عقلِ انسانی اُس کے اسرار تک نہ پہنچ سکے۔ اگر ہم تمام الٰہی قدرتوں کے تمام و کمال حقیقت پر احاطہ کر سکتے ہیں تو گویا ہم نے خدا پر ہی احاطہ کر لیا۔ اے عقل کے خریدارو ...... تم کیوں بے فائدہ ان مسائل کے ساتھ سر ٹکراتے ہو جو تمہارے ذہن کی رسائی سے اونچے ہیں۔ ہم اگر عقلمند ہیں تو ہماری عقلمندی یہی ہے کہ ہم خدائے تعالےٰ کی قدرت کے بارے میں صرف اتنا کریں کہ کلی طور پر اس بات کو تحقیق کر کے دیکھ لیں کہ آیا خدائے تعالیٰ کے اُن کاموں پر نظر کر کے جو اب تک اُس نے کئے ہیں اس بات کا ثبوت پایا جاتا ہے یا نہیں کہ اُس کے عجائب کام اور اُس کی غرائب قدرت ہماری عقولِ ناقصہ کے دائرہ سے باہر ہیں اور جس طور سے اُس کی ربوبیت اور لایدرک طاقت نے صرف اوقات و حاجت انصارِ آلات سے غنی اور بے نیاز ہو کر یہ عالم بنا ڈالا ہے اُس طرف خیال دوڑانے سے ہماری عقلوں کے پر جلتے ہیں۔ سو ہماری دانشوری یہی ہے کہ ہم اسی کلی طور کی تحقیق سے سبق حاصل کر لیں اور جزئیاتِ عالم کے اُن پیچ در پیچ رازوں کو جو ہمارے اندازۂ عقل اور فہم سے بالاتر ہیں حل کرنے کے لئے اپنے تئیں ناپیدا کنار سمندر میں ڈال کر ہلاک نہ کریں۔

بعض اشخاص یہ کہا کرتے ہیں کہ اگر عقل ہماری اسرارِ قدرت کو (جو ماخذِ علم و حکمت ہیں) سمجھ نہیں سکتی تو پھر وہ کس کام کی ہے اور ہم کیا بجا ہم قدرت پر ہی ایمان لا کر اور عقل کو معطل چھوڑ کر علومِ حکمیہ کیونکر حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ اُن کو سمجھ کا پھیر لگا ہوا ہے۔ تقریرِ مذکورہ بالا سے ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بکلی تحقیق و تفتیش سے منہ پھیر کر ہر جگہ آمنّا و صدّقنا پر ہی کفایت کرنی چاہیئے اور نظر اور فکر کو کہیں اور کسی جگہ

کام میں نہیں لانا چاہیئے۔ بلکہ ہمارا مطلب و مدعا یہ ہے کہ ایسے امور کی موشگافی اور تہ بینی کی امید سے اپنی عقلوں اور فکروں کو آوارہ مت کرو جو تمہاری بساط سے باہر ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ بہتیرے ایسے لوگ ہیں کہ ناجائز فکروں میں پڑ کر اپنی اس معیّن اور مقررہ وسعت سے جو قدرت نے ان کو دے رکھی ہے باہر چلے جاتے ہیں اور اپنی محدود عقل سے کُل کائنات کے عمیق در عمیق رازوں کو حل کرنا چاہتے ہیں سو یہ افراط ہے۔ جیسے بکلّی تحقیق و تفتیش سے منہ پھیر لینا تفریط ہے۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے وَاقْصِدْ فِی مَشْیِکَ یعنی اپنی چال میں توسط اختیار کر۔ نہ ایسا فکر کو منجمد کر لینا چاہیئے کہ جو ہزارہا نکات و لطائف الٰہیّات قابل دریافت ہیں ان کی تحصیل سے محروم رہ جائیں اور نہ اِس قدر تیزی کرنی چاہیئے کہ ان فکروں میں پڑ جائیں کہ خدائے تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے اور یا اس نے اِس قدر ارواح اور اجسام کس طرح بنا لئے ہیں اور یا اُس نے کیونکر اکیلا ہونے کی حالت میں اِس قدر وسیع عالم بنا ڈالا ہے"

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۱۷ تا ۱۱۹)

اِسی بیش بہا کتاب کے ایک اور مقام پر آپ حصولِ حقائق کے تین علیحدہ علیحدہ ذریعوں اور ان کے مخصوص اور ایک دوسرے سے مختلف حلقہ ہائے کار کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا یعنی جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کریں گے ہم اُن کو اپنی وہ خاص راہیں آپ دکھلا دیں گے جو مجرد عقل اور قیاس سے سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔ اور در حقیقت خدائے تعالیٰ نے اپنے عجیب عالم کو تین حصہ پر منقسم کر رکھا ہے :-

(۱) عالمِ ظاہر جو آنکھوں اور کانوں اور دیگر حواسِ ظاہری کے ذریعے اور آلاتِ خارجی کے توسّل سے محسوس ہو سکتا ہے۔

(۲) عالمِ باطن جو عقل اور قیاس کے ذریعہ سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔

(۳) عالمِ باطن در باطن جو ایسا نازک اور لایدرک و فوق الخیالات عالم ہے جو تھوڑے ہیں جو اُس سے خبر رکھتے ہیں۔ وہ عالمِ غیب محض ہے جس تک پہنچنے کے لئے عقلوں کو طاقت نہیں دی گئی مگر ظن محض۔ اور اِس عالم پر کشف اور وحی اور الہام کے ذریعہ سے اطلاع ملتی

ہے نہ اَور کسی ذریعہ سے اور جیسی عادت اللہ بدیہی طور پر ثابت اور متحقق ہے کہ اُس نے ان دو پہلے عالموں کے دریافت کرنے کے لئے جن کا اُوپر ذکر ہو چکا ہے انسان کو طرح طرح کے حواس اور قوتیں عنایت کی ہیں، اسی طرح اِس تیسرے عالم کے دریافت کرنے کیلئے بھی اُس فیاضِ مطلق نے انسان کے لئے ایک ذریعہ رکھا ہے اور وہ ذریعہ وحی اور الہام اور کشف ہے جو کسی زمانہ میں بکلّی بند اور موقوف نہیں رہ سکتا بلکہ ان کے شرائط بجا لانے والے ہمیشہ اس کو پاتے رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہیں گے۔"

(سرمہ چشم آریہ حاشیہ صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸)

پروفیسر ہسٹن سمتھ کے زیر نظر مقالہ کے مذکورہ بالا اقتباسات اور قرآن مجید کی پُر حکمت تعلیم پر مشتمل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی اِن پُرمعارف تحریرات کو ایک ساتھ پڑھنے اور ان کے مالہٗ و ماعلیہ پر ایک گہری نظر ڈالنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ مغربی مفکرین عیسائیت کی عقل کُش روش سے بیزار ہونے اور سائنسی تحقیقات میں غیر متوازن طریق اختیار کرنے کے بعد بالآخر سترھویں صدی میں جس غلط راہ پر گامزن ہوئے تھے اُس پر تین صدیوں تک بھٹکنے اور ٹھوکریں کھانے کے بعد وہ رفتہ رفتہ اب بیسویں صدی میں جس نقطہ نظر کی طرف آ رہے ہیں وہ بنیادی طور پر وہی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے پیش کیا تھا اور پھر انیسویں صدی کے اواخر میں جسے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے بڑی شد و مد اور تحدّی کے ساتھ دوبارہ پیش فرمایا۔ خود مغربی مفکرین اعتراف کر رہے ہیں کہ ہمارا یہ گمان کہ قانون قدرت کی حد بست ممکن ہے اور ہم اس پر حاوی ہو کر خدا کے وجود یا عدم وجود کے متعلق خود فیصلہ دے سکتے ہیں سراسر غلط ثابت ہو چکا ہے ان کا یہ اعتراف حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی اِس پیشگوئی کے مہتم بالشان ظہور کو ایک نئے رنگ میں دنیا پر آشکار کر رہا ہے کہ :-

آ رہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

اِس میں شک نہیں کہ اہلِ مغرب کے مزاج میں ایک ایسی تبدیلی جو فکری لحاظ سے انہیں دہریت سے نکال کر اسلام کی طرف لانے والی ہے ہمارے لئے خوشی کا موجب ہے اور یہ امر کہ یہ تبدیلی بھی مسیح پاک علیہ السلام کی پیشگوئی کے نتیجہ میں ظہور میں آئی ہے ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث ہے لیکن ہمیں

یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ یہ خوشی اور یہ ازدیادِ ایمان ہمارے لئے اسی صورت میں بابرکت ثابت ہو سکتا ہے کہ ہم اُس اہم ذمہ داری کو بھی محسوس کریں کہ جو اِس ضمن میں ہم پر عائد ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اس موقعہ پر جبکہ اہلِ مغرب کے مزاجوں میں ایک خوشگوار تبدیلی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں اپنی تبلیغی مساعی اور اپنے عملی نمونہ کے ذریعہ اُن تک اسلام کا پیغام پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں تاکہ یہ تبدیلی فی الواقعہ انہیں اسلام کی آغوش میں لانے کا موجب بنے۔ اِس نازک موقع پر ذراسی غفلت بھی انہیں پھر کسی اور نوع کی گمراہی کی طرف لیجانے کا باعث بن سکتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر سترھویں صدی کے آغاز میں جبکہ اہلِ مغرب عقل اور غور و فکر کو بروئے کار نہ لانے سے متعلق عیسائیت کی غیر فطری روش سے بیزار ہو کر سائنسی تحقیقات کی طرف متوجہ ہوئے تھے انہیں اسلام کی بے مثال و لازوال تعلیم سے روشناس کرانے کی منظم جد و جہد کی جاتی تو یقیناً ان کی ترقی دہریت کی بنیاد پر نہیں بلکہ خداشناسی اور خداپرستی کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آتی اور ربنا ما خلقت هذا باطلاً کے عظیم الشان اقرار پر منتج ہوتی اور وہ سب یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم کے مقدس سانچوں میں ڈھلتے ہوئے نظر آتے۔ اب جبکہ تین سَو سال کی تعویق کے بعد پھر اُن میں ایک تبدیلی کے آثار ظاہر ہوئے ہیں اور وہ آثار اسلام کے نقطۂ نگاہ سے ہیں بھی خوشکن ہمارا فرض ہے کہ ہم اِس موقع کو ہرگز ہاتھ سے جانے نہ دیں اور اِس سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں اسلام کی آغوش میں لانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں اور اپنا تن من دھن سب کچھ اِس راہ میں قربان کر ڈالیں۔

تاریخ میں ایسے انقلاب آفریں مواقع صدیوں بعد آیا کرتے ہیں۔ اگر ان مواقع سے صحیح رنگ میں فائدہ اٹھایا جائے تو مطلوبہ انقلاب دیکھتے ہی دیکھتے رونما ہو کر قوموں کی کایا پلٹ کر رکھ دیتا ہے اور اگر یہ مواقع ضائع کر دیئے جائیں تو پھر سوائے حسرت و یاس کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ تیرھویں صدی عیسوی کے آخر میں دنیائے عیسائیت کے لئے چین اور وسط ایشیا کے ایک وسیع علاقے کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کا ایک غیر معمولی موقع پیدا ہوا تھا جبکہ چین کے بادشاہ قبلائی خان نے وینس کے عیسائی سیاحوں سے متاثر ہو کر پاپائے روم سے ایک سَو پادری چین بھیجنے کی درخواست کی تھی۔ اُس وقت کوئی پوپ موجود نہ تھا کیونکہ سابق پوپ کی وفات کے بعد باہمی اختلافات کی وجہ سے دو سال تک نئے پوپ کا تقرر عمل میں نہ آ سکا تھا۔ اِس افراتفری میں اُسوقت ایک سو پادری چین نہ بھجوائے جا سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چین اور وسط ایشیا میں آباد پوری منگولین قوم بدھ مت کی آغوش میں چلی گئی۔ بعد میں یورپ کی عیسائی قوموں نے وہاں پادریوں کے ذریعہ عیسائیت کو فروغ دینے کی لاکھ کوشش کی لیکن عیسائیت کے پاؤں نہ جم سکے۔ دنیائے عیسائیت آج تک اپنی اُس غفلت پر کفِ افسوس ملتی ہے اور ہمیشہ ملتی ہی رہے گی کیونکہ اُس نے اپنی غفلت کی وجہ سے ایک سنہری موقع سے فائدہ نہ اٹھایا۔

حالات اِس امر پر گواہ ہیں کہ آج یورپ ہی نہیں بلکہ پوری مغربی دنیا کو اسلام کا حلقہ بگوش بنانے کا ایک زبردست موقع پیدا ہوا ہے اور ہوا بھی ہے خدائی بشارتوں کے عین مطابق۔ اگر خدانخواستہ ہم نے اپنی غفلت سے اِس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا تو پھر خدائی تقدیر کے پورے ہونے کی راہ میں ہم مزاحمت کرنے والے ثابت ہوں گے اور یہ اتنا بڑا جرم ہوگا کہ خدا اس غفلت پر ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اس لئے ہر احمدی کا خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا یہ اوّلین فرض ہے کہ وہ موقع کی نزاکت کا پورا پورا احساس کرتے ہوئے اپنے عمل سے ثابت کر دکھائے کہ وہ اِس راہ میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اِس موقع سے فائدہ اٹھانے کیلئے عین وقت پر ایک عظیم الشان جدوجہد کا آغاز کر چکے ہیں۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:-

ہے ساعتِ سعد آئی اسلام کی جنگوں کی
آغاز تو ہیں کر دوں انجام خدا جانے

ہمیں چاہیئے کہ ہم آگے بڑھیں، خدمتِ دین کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کریں اور اسلام کی سربلندی کے لئے انفاق فی سبیل اللہ کا ایک مثالی نمونہ قائم کر دکھائیں۔ یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر گامزن ہو کر ہم غلبۂ اسلام کی اِس جدوجہد کو اس کے عظیم الشان انجام تک پہنچانے میں حصہ دار بن سکتے ہیں کیونکہ اس جدّوجہد کا انجام نہایت خوشکن اور شاندار ہے۔ خدا نے خود اپنے مسیح پاکؑ کے ذریعہ اس کے عظیم الشان انجام کی بشارت دے کر پہلے سے خبردار کر دیا ہے ؎

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں مغرب میں تبلیغِ اسلام کے اِس عظیم الشان موقع سے پورا پورا فائدہ اُٹھانے اور اِس موقع کے مناسبِ حال جانی و مالی قربانیاں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

عقل اور الہام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"سب سے پہلے عقل سے کام لو اور یہ یاد رکھو جو عقل سے کام لیگا اسلام کا خدا اُسے ضرور ہی نظر آجائیگا۔ ... لیکن بالکل عقل ہی کے تابع نہ بن جاؤ کہ الہام الٰہی کی وقعت کو کھو بیٹھو۔" (ملفوظات)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی کلام

اپنے دعویٰ کی سچائی اور نشانات کا ذکر

وَوَاللّٰهِ إِنِّيْ صَادِقٌ لَسْتُ كَاذِبًا　　فَلَا تُهْلِكُوْا مُسْتَعْجِلِيْنَ وَفَكِّرُوْا

اور خدا کی قسم! میں صادق ہوں کاذب نہیں ہوں۔　　پس تم جلدی کر کے ہلاک مت ہو اور خوب سوچ لو۔

وَلَوْ كُنْتُ كَذَّابًا شَقِيًّا لَضَرَّنِيْ　　عَدَاوَةُ قَوْمٍ كَذَّبُوْنِيْ وَكَفَّرُوْا

اور اگر میں جھوٹا بدبخت ہوتا تو ضرور مجھے اُن لوگوں سے نقصان پہنچتا جنہوں نے دشمنی سے مجھے جھٹلایا اور کافر قرار دیا

وَشَاهَدْتَ أَنَّ الْقَوْمَ كَيْفَ تَدَاكَئُوْا　　عَلَيَّ وَكَيْفَ رَمَوْا سِهَامًا وَجَمَّرُوْا

اور تُو نے دیکھ لیا ہے کہ لوگوں نے مجھ پر کس طرح حملے کئے　　اور کیسے انہوں نے تیر چلائے اور کیسے وہ لڑائی پر جمے۔

رَمَوْا كُلَّ صَخْرٍ كَانَ فِيْ أَذْيَالِهِمْ　　بِغَيْظٍ فَلَمْ أَقْلَقْ وَلَمْ أَتَحَيَّرِ

جس قدر پتھر اُن کے دامن میں تھے انہوں نے سب پھینک دیئے اور یہ کام غصہ سے کیا لیکن میں نہ تو پریشان ہوا اور نہ حیران ہوا

فَصِرْتُ كَأَنِّيْ لِلرِّمَاحِ دَرِيَّةٌ　　وَأُوْذِيْتُ حَتّٰى قِيْلَ عَبْدٌ مُحَقَّرُ

پس میں ایسا ہو گیا کہ میں نیزوں کا نشانہ ہوں۔ اور میں دُکھ دیا گیا یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ نہایت حقیر انسان ہے

وَمَا غَادَرُوْا كَيْدًا لِدَوْسِيْ وَبَعْدَهٗ　　عَلَيَّ حَضَّوْا دَمْعَ الْأُنَاسِ وَثَوَّرُوْا

اور میرے کچلنے کے لئے کسی مکر کو اُٹھا نہ رکھا اور بعد اسکے　　میرے پر کمینہ لوگوں کو مشتعل کیا اور برانگیختہ کیا۔

وَلٰكِنَّ مَآلَ الْأَمْرِ كَانَ هَوَانُهُمْ

مگر انجام کار مخالفوں کی رسوائی اور ذلت ہوئی

وَأُنْزِلَ لِيْ آيٌ تُنِيْرُ وَتُبْهِرُ

اور میرے لئے وہ نشان ظاہر کئے گئے جو روشن اور غالب تھے

(اعجاز احمدی)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام

اولیاء اللہ کی شان

ہر کسے را بخود سرو کارے — کارِ دلدادگاں بدلدارے

ہر شخص اپنے کام سے کام رکھتا ہے — مگر عاشقوں کا کام صرف معشوق کے ساتھ ہے

عالمے دیگر است عالمِ شاں — دُور از غیرِ حق معالمِ شاں

اُن کا جہان ایک اور ہی جہان ہے — اور اُن کا عالم غیر اللہ سے دُور ہے

خفتہ اند و بچشمِ تو بیدار — جز خدا کس نہ محرمِ اسرار

وہ سوئے ہوئے ہیں اگرچہ تیری نظر میں بیدار ہیں — خدا کے سوا کوئی اُن کا محرمِ اسرار نہیں ہے

فارغاں از مذمّت و تحسیں — نے ز مدح خبر نہ از نفریں

مذمّت اور تحسین کے خیال سے لاپرواہ ہوتے ہیں — نہ انہیں تعریف کی خبر ہے نہ مذمّت کی۔

ہر کہ با ذاتِ او سرے دارد — پُشت بر روئے دیگرے دارد

جو شخص خدا کی ذات سے تعلق رکھتا ہے — وہ اَوروں کی طرف سے پیٹھ پھیر لیتا ہے۔

ہر کہ گیرد درش بصدق و حضور — از در و بامِ او ببارد نُور

جو شخص اسکے دروازہ کو صدق اور اخلاص سے اختیار کرتا ہے اُس کے دروازہ اور چھت سے نُور برسنے لگتا ہے۔

نورِ تاباں چو مہ زِ پیشانی — پُر ہمہ رُو ز عشقِ ربّانی

اس کی پیشانی سے چاند کی طرح نُور چمکتا ہے — اور عشقِ الٰہی سے سارا چہرہ روشن ہو جاتا ہے

عشقِ آں یار مدّعا گشتہ — دل ز غیرِ خدا جُدا گشتہ

اس دوست کا عشق اس کا مدّعا بن گیا ہے۔ — اور غیر اللہ سے اس کا دل جُدا ہو گیا ہے۔

(نزول المسیح)

(کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

یقیناً سمجھو کہ فلاحِ عاقبت کی اُمیدوں کا تمام مدار رسمی علوم کی تحصیل پر ہرگز نہیں ہو سکتا

اُس آسمانی نور کے اُترنے کی ضرورت ہے جو خدا کی سچی محبت اور سچی اطاعت کی طرف کھینچتا ہے

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیش بہا کتب میں انسانی زندگی کی غرض اور اس غرض کو پورا کرنے کے حقیقی وسائل پر نہایت مسحور کن انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ ذیل میں حضور علیہ السلام کی کتاب "فتح اسلام" کا ایک نہایت قیمتی اقتباس ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ اِس میں حضورؑ نے انسانی زندگی کی غرض واضح فرمانے کے بعد یہ امر ذہن نشین کرایا ہے کہ یہ غرض انسانی تدبیروں، انسانوں کے گھڑے ہوئے فلسفوں اور اُن کی موشگافیوں سے کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ یہ غرض اُس آسمانی نور کے اُترنے سے ہی پوری ہوتی ہے جو خدا کی سچی محبت اور سچے عشق اور سچی اطاعت کی طرف کھینچتا ہے۔ زندگی کے مقصد میں فائز المرام ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم حضور علیہ السلام کی اثر و جذب میں ڈوبی ہوئی اس پُر معارف تحریر کا بغور مطالعہ کریں اور اِس میں بیان فرمودہ ابدی صداقت پر عمل پیرا ہونے کو اپنا شعار بنائیں۔　　(ادارہ)

"اِس جگہ مَیں بعض اُن لوگوں کا وسوسہ بھی دُور کرنا چاہتا ہوں جو ذی مقدرت لوگ ہیں اور اپنے تئیں بڑا فیاض اور دین کی راہ میں فدا شدہ خیال کرتے ہیں لیکن اپنے مالوں کو محل پر خرچ کرنے سے بکلّی منحرف ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم کسی صادق مؤیّد من اللہ کا زمانہ پاتے جو دین کی تائید کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوتا تو ہم اس کی نصرت کی راہ میں ایسے جھکتے کہ قربان ہی ہو جاتے، مگر کیا کریں ہر طرف فریب اور مکر کا بازار گرم ہے۔ مگر اے لوگو تم پر واضح رہے کہ دین کی تائید کے لئے ایک شخص بھیجا گیا لیکن تم نے اسے شناخت نہیں کیا۔ وہ تمہارے درمیان ہے اور یہی ہے جو

بول رہا ہے۔ پر تمہاری آنکھوں پر بھاری پردے ہیں۔ اگر تمہارے دل سچائی کے طلبگار ہوں تو جو شخص خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کا آزمانا بہت سہل ہے۔ اُس کی خدمت میں آؤ، اُس کی صحبت میں دو تین ہفتے رہو، تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اُن برکات کی بارشیں جو اُس پر ہو رہی ہیں اور وہ حقانی وحی کے انوار جو اُس پر اُتر رہے ہیں اُن میں سے تم بچشمِ خود دیکھ لو۔ جو ڈھونڈتا ہے وہی پاتا ہے، جو کھٹکھٹاتا ہے اُسی کے لئے کھولا جاتا ہے۔ اگر تم آنکھیں بند کر کے اور اندھیری کوٹھڑی میں چھُپ کر یہ کہو کہ آفتاب کہاں ہے تو یہ تمہاری عبث شکایت ہے۔ اے نادان اپنی کوٹھڑی کے کواڑ کھول اور اپنی آنکھوں پر سے پردہ اُٹھا، تا تجھے آفتاب نہ صرف نظر آوے بلکہ اپنی روشنی سے تجھے منوّر کرے۔

بعض کہتے ہیں کہ انجمنیں قائم کرنا اور مدارس کھولنا ہی تائیدِ دین کے لئے کافی ہے۔ مگر وہ نہیں سمجھتے کہ دین کس چیز کا نام ہے اور اِس ہماری ہستی کی انتہائی اغراض کیا ہیں اور کیونکر اور کن راہوں سے وہ اغراض حاصل ہو سکتے ہیں۔ سو انہیں جاننا چاہیئے کہ انتہائی غرض اِس زندگی کی خدا تعالیٰ سے وہ سچا اور یقینی پیوند حاصل کرنا ہے جو تعلقاتِ نفسانیہ سے چھوڑا کر نجات کے سرچشمہ تک پہنچاتا ہے۔ سو اِس یقینِ کامل کی راہیں انسانی بناوٹوں اور تدبیروں سے ہرگز کھُل نہیں سکتیں اور انسانوں کا گھڑا ہوا فلسفہ اِس جگہ کچھ فائدہ نہیں پہنچاتا بلکہ یہ روشنی ہمیشہ خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے ذریعہ سے ظلمت کے وقت میں آسمان سے نازل کرتا ہے۔ اور جو آسمان سے اُترا وہی آسمان کی طرف لے جاتا ہے۔ سو اے وے لوگو جو ظلمت کے گڑھے میں دبے ہوئے اور شکوک و شبہات کے پنجے میں اسیر اور نفسانی جذبات کے غلام ہو صرف اسمی اور رسمی اسلام پر نازمت کرو اور اپنی سچی رفاہیت اور اپنی حقیقی بہبودی اور اپنی آخری کامیابی اُنہی تدبیروں میں نہ سمجھو جو حال کی انجمنوں اور مدارس کے ذریعہ سے کی جاتی ہیں۔ یہ اشتغال بنیادی طور پر فائدہ بخش تو ہیں اور ترقیات کا پہلا زینہ متصوّر ہو سکتے ہیں مگر اصل مدّعا سے بہت دُور ہیں۔ شاید ان تدبیروں سے دماغی چالاکیاں پیدا ہوں یا طبیعت میں پُرفنی اور ذہن میں تیزی اور خشک منطق کی مشق حاصل ہو جائے یا عالمیت اور فاضلیت کا خطاب حاصل کر لیا جائے اور شاید مدّت دراز کی تحصیلِ علمی کے بعد اصل مقصود کے کچھ مبادی بھی ہو سکیں مگر تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ سو جاگو اور ہوشیار ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ، مبادا سفرِ آخرت ایسی صورت میں پیش آوے جو درحقیقت الحاد اور بے ایمانی کی صورت ہو۔ یقیناً سمجھو کہ فلاحِ عاقبت کی اُمیدوں کا تمام مدار و انحصار اِن رسمی علوم کی تحصیل پر ہرگز نہیں ہو سکتا اور اُس آسمانی نور کے اُترنے کی ضرورت ہے جو شکوک و شبہات کی آلائشوں کو دُور کرتا اور ہوا و ہوس کی آگ کو بجھاتا اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت اور سچے عشق اور سچی اطاعت کی طرف کھینچتا ہے۔ اگر تم اپنی کانشنس سے سوال کرو تو

یہی جواب پاؤ گے کہ وہ سچی تسلّی اور سچا اطمینان کہ جو ایک دم میں روحانی تبدیلی کا موجب ہوتا ہے وہ ابھی تک تم کو حاصل نہیں۔ پس کمال افسوس کی جگہ ہے کہ جس قدر تم رسمی باتوں اور رسمی علوم کی اشاعت کے لئے جوش رکھتے ہو اُس کا عشرِ عشیر بھی آسمانی سلسلہ کی طرف تمہارا خیال نہیں۔ تمہاری زندگی اکثر ایسے کاموں کے لئے وقف ہو رہی ہے کہ اوّل تو وہ کام کسی قسم کا دین سے علاقہ ہی نہیں رکھتے اور اگر ہے بھی تو وہ علاقہ ایک ادنیٰ درجہ کا اور اصل مدعا سے بہت پیچھے رہا ہوا ہے۔ اگر تم میں وہ حواس ہوں اور وہ عقل جو ضروری مطلب پر جا ٹھہرتی ہے تو تم ہرگز آرام نہ کرو جب تک وہ اصل مطلب تمہیں حاصل نہ ہو جائے۔ اے لوگو تم اپنے سچے خداوند خدا، اپنے حقیقی خالق، اپنے واقعی معبود کی شناخت اور محبت اور اطاعت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ پس جب تک یہ امر جو تمہاری خلقت کی علّتِ غائی ہے بیّن طور پر تم میں ظاہر نہ ہو تب تک تم اپنی حقیقی نجات سے بہت دُور ہو۔ اگر تم انصاف سے بات کرو تو تم اپنی اندرونی حالت پر آپ ہی گواہ ہو سکتے ہو کہ بجائے خدا پرستی کے ہر دم دنیا پرستی کا ایک قوی ہیکل بُت تمہارے دل کے سامنے ہے جس کو تم ایک ایک سیکنڈ میں ہزار ہزار سجدہ کر رہے ہو اور تمہارے تمام اوقاتِ عزیز دنیا کی جق جق بک بک میں ایسے مستغرق ہو رہے ہیں کہ تمہیں دوسری طرف نظر اٹھانے کی فرصت نہیں۔ کبھی تمہیں یاد بھی ہے کہ انجام اِس ہستی کا کیا ہے۔ کہاں ہے تم میں انصاف! کہاں ہے تم میں امانت! کہاں ہے تم میں وہ راستبازی اور خدا ترسی اور دیانتداری اور فروتنی جس کی طرف تمہیں قرآن بُلاتا ہے۔ تمہیں کبھی بھولے بسرے برسوں میں بھی تو یاد نہیں آتا کہ ہمارا کوئی خدا بھی ہے۔ کبھی تمہارے دل میں نہیں گزرتا کہ اُس کے کیا کیا حقوق تم پر ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ تم نے کوئی غرض، کوئی واسطہ، کوئی تعلق اُس قیّوم حقیقی سے رکھا ہوا ہی نہیں اور اُس کا نام تک لینا تم پر مشکل ہے۔ اب چالاکی سے تم لڑو گے کہ ایسا ہرگز نہیں لیکن خدا تعالیٰ کا قانونِ قدرت تمہیں شرمندہ کرتا ہے جبکہ وہ تمہیں جتلاتا ہے کہ ایمانداروں کی نشانیاں تم میں نہیں۔ اگرچہ تم اپنی دنیوی فکروں اور سوچوں میں بڑے زور سے اپنی دانشمندی اور متانت رائے کے مدعی ہو مگر تمہاری لیاقت، تمہاری نکتہ رسی، تمہاری دُور اندیشی صرف دنیا کے کناروں تک ختم ہو جاتی ہے اور تم اپنی اس عقل کے ذریعہ سے اس دوسرے عالم کا ایک ذرہ سا گوشہ بھی نہیں دیکھ سکتے جس کی سکونت ابدی کے لئے تمہاری روحیں پیدا کی گئی ہیں۔ تم دنیا کی زندگی پر ایسے مطمئن بیٹھے ہو جیسے کوئی شخص ایک چیز ہمیشہ رہنے والی پر مطمئن ہوتا ہے۔ مگر وہ دوسرا عالم جس کی خوشیاں سچے اطمینان کے لائق اور دائمی ہیں وہ ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی تمہیں یاد نہیں آتا۔ کیا بدقسمتی ہے کہ ایک بڑے امر اہم سے تم قطعاً غافل اور آنکھیں بند کئے بیٹھے ہو اور جو گزشتنی گزاشتنی امور ہیں اُن کی ہوس میں دن رات سرپٹ دوڑ رہے ہو۔ تمہیں خوب خبر ہے کہ بلاشبہ وہ وقت

تم پر آنے والا ہے جو ایک دم میں تمہاری زندگی اور تمہاری ساری آرزوؤں کا خاتمہ کر دے گا۔ مگر یہ عجیب شقاوت ہے کہ باوجود اس علم کے پھر اپنے تمام اوقات دنیا طلبی میں ہی برباد کر رہے ہو۔ اور دنیا طلبی بھی صرف وسائل جائزہ تک محدود نہیں بلکہ تمام ناجائز وسیلے جھوٹ اور دغا سے لے کر ناحق کے خون تک تم نے حلال کر رکھے ہیں اور ان تمام شرمناک جرائم کے ساتھ جو تم میں پھیلے ہوئے ہیں کہتے ہو کہ آسمانی نور اور آسمانی سلسلہ کی ہمیں ضرورت نہیں بلکہ اس سے سخت عداوت رکھتے ہو۔ اور تم نے خدا تعالیٰ کے آسمانی سلسلہ کو بہت ہلکا سمجھ رکھا ہے یہاں تک کہ اس کے ذکر کرنے میں بھی تمہاری زبانیں کراہت سے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ اور بڑی رعونت اور ناک چڑھانے کی حالت میں ہجو کا حق ادا کرتی ہیں اور تم بار بار کہتے ہو کہ ہمیں کیونکر یقین آوے کہ یہ سلسلہ منجانب اللہ ہے۔ میں ابھی اس کا جواب دے چکا ہوں کہ اس درخت کو اس کے پھلوں سے اور اس نیّر کو اس کی روشنی سے شناخت کرو گے۔ میں نے ایک دفعہ یہ پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے اب تمہارے اختیار میں ہے کہ اس کو قبول کرو یا نہ کرو اور میری باتوں کو یاد رکھو یا لوحِ حافظہ سے بھلا دو۔

جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارو
یاد آئیں گے تمہیں میرے سخن میرے بعد"

{ فتح اسلام
بحوالہ روحانی خزائن جلد سوم صفحات ۴۱ تا ۴۴ }

سوز و گداز

حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مجھے بہت سوز و گداز رہتا ہے کہ جماعت میں ایک پاک تبدیلی ہو۔ جو نقشہ اپنی جماعت کی تبدیلی کا میرے دل میں ہے وہ ابھی پیدا نہیں ہوا اور اس حالت کو دیکھ کر میری وہی حالت ہے لعلّک باخعٌ نفسک ألّا یکونوا مؤمنین۔"

(الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۲ء)

ایک نہایت اہم اسلامی شعار

ملاقات کے وقت السّلام علیکم کہنے کی اہمیت

(سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایّدہ اللہ تعالیٰ)

ملاقات کے وقت السّلام علیکم کہنا اسلامی شعار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد نازل فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سورۃ نور کی آیت فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً کی تشریح فرماتے ہوئے اس پر بہت زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اخوتِ اسلامی کے قیام کے لئے یہ بہت ضروری امر ہے۔ ذیل میں ہم حضور ایدہ اللہ کے ارشادات درج کرتے ہیں ——— (ادارہ)

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً یعنی جب تم گھروں میں داخل ہو تو پہلے اپنے آپ کو سلام کر لیا کرو یعنی اپنے اُن رشتہ داروں اور دوستوں کو سلام کہو جو ان مکانوں میں رہتے ہیں۔ اور یاد رکھو کہ یہ سلام تمہارے منہ کا سلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑا تحفہ ہے۔ یعنی سلام کا لفظ بظاہر تو معمولی معلوم ہوتا ہے لیکن ہے بڑے عظیم الشان نتائج پیدا کرنے والا کیونکہ سلام کے لفظ کے پیچھے خدا تعالیٰ کی طرف سے سلامتی کا وعدہ ہے۔ پس جب تم کسی بھائی کو سلام کہتے ہو تو تم نہیں کہتے بلکہ خدا تعالیٰ کی دعا اسے پہنچاتے ہو۔ لیکن مَیں دیکھتا ہوں کہ ہمارے ملک میں لوگ عموماً اپنے گھروں میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم نہیں کہتے گویا ان کے نزدیک دوسروں کے لئے تو یہ دعا ہے لیکن اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کے لئے نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ جب بھی اپنے گھروں میں جائیں السلام علیکم کہا کریں۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ جب بھی ایک شخص دوسرے شخص سے ملے اسے سلام کرے خواہ اس کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ مگر افسوس ہے کہ اِس زمانہ میں مسلمانوں کا ایک طبقہ سلام کو بالکل ترک

کر بیٹھا ہے۔ ایسے لوگ سلام کہنے کی بجائے آداب وغیرہ الفاظ استعمال کرتے ہیں اور جو شخص السلام علیکم کہے اس کے متعلق کہتے ہیں کہ اُس نے پتھر مار دیا۔ حالانکہ وہ خود اسلام کے ایک حکم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا انکار کر کے اپنے اوپر پتھر گراتے ہیں اور جو مرہم ہے اسے پتھر سمجھتے ہیں۔ السلام علیکم کے معنے یہ ہیں کہ تم پر خدا تعالیٰ کی سلامتی نازل ہو اور تمہارے زخم مندمل ہوں۔ مگر نادان کہتے ہیں کہ پتھر مار دیا۔ اب بتاؤ کہ اُس شخص سے زیادہ احمق اَور کون ہو سکتا ہے جو مرہم کا نام پتھر رکھے۔ پس ایک طبقہ تو ایسا ہے کہ جو سلام کو بالکل ترک کر بیٹھا ہے اور دوسرا ایسا ہے جو تارک تو نہیں لیکن اس کی حقیقت سے ناواقف ہے۔ ایسے لوگ مجلس میں آئیں گے اور چُپ کر کے بیٹھ جائیں گے۔ گھروں میں داخل ہوں گے اور خاموشی کے ساتھ داخل ہوجائیں گے اور انہیں خیال بھی نہیں آئے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقعہ کے لئے کوئی حکم ہے۔ اور اگر توجہ دلائی جائے تو بعض کہہ دیں گے کہ معمولی بات ہے، اگر سلام نہ کہا تو کیا ہوا۔ بعض کہیں گے کہ حیاء کی وجہ سے نہیں کہا۔ بعض کہیں گے کہ ہمیں عادت نہیں۔ مگر یہ تینوں قسم کے لوگ نادان ہیں۔ حیاء کے معنے ہیں رُکنا اور رُکنا ایسی باتوں سے چاہیئے جو مضر ہوں نہ کہ اُن سے جو فائدہ مند ہوں۔ پھر قرآن کریم میں اور کسی چیز کو اِس رنگ میں تحفہ نہیں کہا گیا جیسے سلام کو تحفہ کہا گیا ہے۔ حتیٰ کہ مرنے کے بعد بھی جو تحفہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے گا وہ بھی یہی ہو گا کہ فرشتے آ کر خدا تعالیٰ کی طرف سے سلام کہیں گے۔ اگر کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی یہ کہے کہ مجھے کیا ضرورت ہے کہ مَیں کسی کو سلام کہوں تو ہم کہیں گے کہ جب خدا تعالیٰ بھی اپنے مومن بندوں کو سلام پہنچائے گا تو اَور کون ہے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اس کی ضرورت نہ سمجھے۔ سب سے پہلی چیز جو بندہ کو خدا تعالیٰ کی ملاقات کے وقت حاصل ہو گی وہ یہی سلام ہے۔ پھر احادیث میں لکھا ہے کہ جبریل علیہ السلام جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو آپؐ کو سلام کہتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو دیکھ کر سلام کہتے۔ اب اُن سے بڑا اَور کون ہے جسے سلام کہنے کی ضرورت نہ ہو۔ لیکن بہت لوگ ہیں خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ جو سلام کو بہت حقیر چیز سمجھتے ہیں اور وہ اپنے عمل سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریلؑ حتیٰ کہ خدا تعالیٰ سے بھی اپنے آپ کو بڑا قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ جس حکم کو بہت سی حکمتوں کے ماتحت خدا تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے بلکہ اپنی ذات کے لئے بھی رکھا ہے اور جس کی تاکید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اس سے یہ لوگ اپنے آپ کو مستغنی سمجھتے ہیں۔ اوّل تو صرف ہاتھ سے اشارہ کر دیتے ہیں یا ایک دوسرے سے ملیں گے تو کہیں گے مولوی صاحب اور دوسرا اس کے جواب میں کہہ دے گا بھائی صاحب یا کہہ دیں گے شنا دُجی کیا حال ہے۔ لیکن شریعت کا یہ منشاء نہیں۔ شریعت نے السلام علیکم کہنا ضروری قرار دیا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باہمی اتحاد کا ذریعہ قرار

دیا ہے۔ صحابہؓ اس کے اس قدر پابند تھے کہ ایک دفعہ ایک صحابی دوسرے صحابی کے پاس آئے اور کہنے لگے آؤ بازار چلیں۔ اس صحابی نے سمجھا کہ کوئی کام ہو گا لیکن وہ بازار میں سے گھوم کر یونہی چلے آئے نہ کوئی کام کیا اور نہ کوئی چیز خریدی۔ دو تین دن کے بعد پھر آئے اور کہنے لگے آؤ بازار چلیں۔ اس صحابی نے کہا کہ اس دن تو آپ نے نہ کوئی چیز خریدی اور نہ کوئی اور کام کیا، آج کوئی خاص کام ہے یا یونہی ساتھ لے چلے ہیں۔ انہوں نے کہا میں بازار اسلئے جاتا ہوں کہ کئی دوست ملتے ہیں وہ ہم کو سلام کہتے ہیں اور ہم اُن کو سلام کہتے ہیں۔ تو صحابہؓ بازاروں میں صرف سلام کہنے کے لئے بھی جاتے تھے۔ تمہیں بھی چاہیئے کہ بازاروں میں، محلّوں میں، مجلسوں میں اور گھروں میں جہاں کسی کو ملو سلام کہو۔ جاننے والوں کو بھی سلام کہو اور نہ جاننے والوں کو بھی سلام کہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سَلِّمْ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَمْ تَعْرِفْ۔ یعنی سب کو سلام کہیں خواہ کوئی واقف ہو یا نہ ہو۔ غرض سلام کہنا ایک بہت بڑی نیکی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوّتِ اسلامی کے قیام کے لئے اِسے ضروری قرار دیا ہے۔ پس تم سلام کو چھوٹی اور معمولی بات سمجھ کر نہ چھوڑو بلکہ اس کی نگہداشت کرو کیونکہ شریعت نے اسے ایک اسلامی شعار قرار دیا ہے۔ وہ لوگ جو بڑے درجوں پر ہیں انہیں چاہیئے کہ چھوٹوں کو سلام کیا کریں اور چھوٹوں کو چاہیئے کہ بڑوں کو سلام کیا کریں۔ یہ نہ ہو کہ کوئی بھی سلام نہ کہے اور دونوں خاموشی سے گزر جائیں بلکہ میرے نزدیک بڑوں کو سلام کرنے میں سبقت اختیار کرنی چاہیئے تاکہ انہیں دیکھ کر دوسروں کو بھی توجہ پیدا ہو اور وہ بھی اس قومی شعار کو اختیار کرلیں"۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم)

استغفار کے معنی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"استغفار سے انسان اُن جذبات اور خیالات کو ڈھانپنے اور دبانے کی کوشش کرتا ہے جو خدا تعالیٰ سے روکتے ہیں پس استغفار کے یہی معنی ہیں کہ زہریلے مواد جو حملہ کر کے انسان کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اُن پر غالب آوے۔" (الحکم ۲۴ر جولائی ۱۹۰۲ء)

کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

صدیوں کے بگڑے ایک نظر میں سُدھر گئے

یارو مسیحِ وقت کہ تھی جن کی انتظار
رہ تکتے تکتے جن کی کروڑوں ہی مر گئے

آئے بھی اور آ کے چلے بھی گئے وہ آہ
ایّامِ سعد اُن کے بسرعت گذر گئے

آمد تھی اُن کی یا کہ خدا کا نزول تھا
صدیوں کا کام تھوڑے سے عرصہ میں کر گئے

وہ پیڑ ہو رہے تھے جو مدّت سے چوبِ خشک
پڑتے ہی ایک چھینٹا دہن سے نکھر گئے

پل بھر میں میل سینکڑوں برسوں کی دُھل گئی
صدیوں کے بگڑے ایک نظر میں سُدھر گئے

پُر کر گئے فلاح سے جھولی مراد کی،
دامانِ آرزو کو سعادت سے بھر گئے

پر تُم یونہی پڑے رہے غفلت میں خواب کی
دیکھا نہ آنکھ کھول کے ساتھی کدھر گئے

صد حیف ایسے وقت کو ہاتھوں سے کھو دیا
وا حسرتا! کہ جیتے ہی جی تم تو مر گئے

سُونگھی نہ بوئے خوش نہ ہوئی دیدِ گل نصیب
افسوس دن بہار کے یونہی گزر گئے

(کلامِ محمود)

غیر مطبوعہ

آپ بیتی

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۵)

ذیل میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرکۃ الآرا تصنیف "آپ بیتی" کے غیر مطبوعہ حصّہ کی پانچویں قسط ہدیۂ قارئین کی جارہی ہے۔ اِس کا مسودہ محترم جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے ماہنامہ "انصار اللہ" کو بغرض اشاعت عنایت فرمایا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

(ادارہ)

تصوّف

ایک شفاخانہ میں ایک کمپونڈر صاحب تھے جو صوفی صاحب کے لقب سے مشہور تھے۔ ایک دفعہ میں نے ایک نسخہ کسی صاحب کے لئے لکھا۔ اُس میں چار دوائیں اور پانچواں جزو پانی کا تھا۔ وہ صاحب اس نسخہ کو صوفی صاحب کے پاس لے گئے کہ نسخہ بنا دیں۔ صوفی صاحب نے نسخہ لے کر چاروں دواؤں کے سرے پر پنسل سے نشان کر دیئے۔ پھر بیمار سے بوتل لے کر تین اونس خالص پانی اُس میں ڈال دیا۔ اور پھر بوتل اور نسخہ مریض کو دیکر کہا کہ اِس نسخہ میں جو دوائیں میرے پاس موجود نہیں ہیں اُن پر مَیں نے نشان کر دیا ہے وہ آپ بازار کے کسی کیمسٹ سے ڈلوا لیں۔ اور جو دوا میرے پاس تھی وہ مَیں نے بوتل میں ڈال دی ہے۔ وہ مریض پہلے تو خوش ہوا کہ شاید ایک دو دوا بازار سے ڈلوانی پڑے گی باقی تو تین چار اکیس موجود ہی ہیں۔ مگر جب انہوں نے نسخہ کو دیکھا تو تعجّب کی انتہا نہ رہی کہ کمپونڈر صاحب نے صرف خالص پانی ہی دیا ہے اور باقی چار دواؤں کے سامنے نشان ڈال دیا ہے کہ یہ شفاخانہ میں نہیں ہیں یا آؤٹ ڈور کی ڈسپنسری میں موجود نہیں ہیں۔ نمونہ کے طور پر وہ نسخہ اِس قسم کا تھا:۔

× سوڈا سلفاس	½ ڈرام
× وائنم کالچی سائی	۱۵ قطرے
× ٹنکچر نکس وامیکا	۳ قطرے
× سیرپ آرنشیائی	ایک ڈرام
پانی	ایک اونس

ہدایت ۔ ایسی نیبن غور اکیں بنا دو ۔

اب کمپونڈر صاحب نے پرچیوں کا نشان تو دواؤں کے سامنے لگا دیا اور صرف پانی مریض کے حوالے کیا۔ مریض بھی انگریزی تعلیم یافتہ اور ان باتوں سے واقف تھے سیدھے میرے پاس آئے اور کہا کہ یہ تمسخر ہے یا شرارت ؟ میں بھی بڑا شرمندہ ہوا۔ خیر میں نے اُن سے کہا کہ آپ سارا نسخہ بازار سے لے لیں اور میں کمپونڈر سے دریافت کروں گا۔ دوسرے دن جب دریافت کیا گیا تو کمپونڈر صاحب کہنے لگے کہ یہ صاحب جن کا نسخہ تھا بہت بزرگ آدمی تھے ان کو اگر خالی ہاتھ واپس کر دیتے تو ہم کو کچھ بھی ثواب نہ ملتا۔ اس لئے میں نے سوچا کہ پانچ اجزا میں سے ایک جزو اگر ہماری طرف سے دیا جائے گا تو ہمیں اور شفاخانہ کو وہ ضرور دعا دیں گے اور چونکہ نیک اور بزرگ آدمی ہیں اس لئے اُن کی دعا سے ہی ہم کو بہت برکت مل جائے گی' ایسے وقت پورا انکار نامناسب تھا' اس لئے میں نے محض حصولِ برکت کے لئے نہایت نیک نیتی سے یہ کام کیا تھا۔ میں صوفی صاحب کی یہ عجیب و غریب تاویل سُن کر پہلے سے بھی زیادہ حیران ہوا۔ وہ مریض صاحب تو کہہ گئے تھے کہ یہ تمسخر ہے یا شرارت ؟ مگر میں نے اندازہ لگایا کہ یہ خالص حماقت تھی اور تصوف و دینداری کے پردہ میں سخت بیہودگی۔

فرانسیسی چمڑے کا بُوٹ

ایک میرے عزیز دوست کئی سال بیرونی ممالک میں رہ کر جب ہندوستان میں واپس آئے تو گرمیوں میں ڈلہوزی بھی تشریف لے گئے۔ میں بھی وہیں تھا۔ ایک دن سُنا کہ یہاں ایک چینی بُوٹ میکر کی دکان پر بہت مضبوط اور اعلیٰ بُوٹ بنتے ہیں۔ انہیں بھی اپنے لئے ایک عمدہ بُوٹ درکار تھا چند رفیقوں کے ساتھ اُس چینی کی دکان پر تشریف لے گئے۔ پَیر کا پیمانہ دیا، بُوٹ کی تراش خراش بتائی اور آخر میں کہنے لگے کس چمڑے کا بناؤ گے ؟ دکاندار نے کہا جس قسم کا آپ فرمائیں۔ کاف، مراکو، انگلش، رشین لیدر، کئی نام اُس نے گنے۔ سوچ سوچ کر خبر نہیں کیا بات اُن کے ذہن میں آئی کہ بے ساختہ کہنے لگے یہ چمڑے تو ایسے اعلیٰ نہیں آپ اگر مل سکے تو فرنچ لیدر کا بوٹ میرے لئے تیار کر دیں۔ غالباً انہوں نے خیال کیا یورپ میں فرنچ لوگ اعلیٰ اور نفیس چیزیں بناتے ہیں اسلئے فرنچ لیدر انگلش، روسی اور دوسرے چمڑوں سے لازماً بہتر اور نرم ہو گا۔ اُن کے مُنہ سے اِس لفظ کا نکلنا تھا کہ ہم کئی رفیق جو اُن کے ساتھ تھے شرمندگی کے مارے پانی پانی ہو گئے اور دکاندار کا یہ حال کہ اُس کا مُنہ سُرخ ہو گیا اور آنکھیں باہر نکل آئیں کہ آیا انہوں نے محض مذاق کیا ہے یا مجھے بناتے ہیں مگر وہ بچارے کچھ نہ سمجھے۔ جب ہم لوگ دکان سے باہر آ گئے تو اُن سے پوچھا کہ حضرت فرنچ لیدر کیا ہوتا ہے ؟ تب اُن کو بھی اپنی بات کھٹکی۔ مگر اب کیا کر سکتے تھے۔ غالباً پھر کسی وقت انہوں نے اُس چینی بوٹ میکر کو کہلا بھیجا ہو گا کہ ہم سے غلطی ہو گئی تھی تم فلاں قسم کے چمڑے کا بُوٹ بنانا۔

ایک عظیم الشان معجزہ

(مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل عیسائی مشنریوں اور مصنفوں نے اسلام کے خوبصورت چہرے کو بدنما ظاہر کرنے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کر رکھا تھا۔ انہوں نے حقائق کو مسخ کر کے دنیا کے سامنے اسلام کو غلط شکل میں پیش کرنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے بہتان تراشنے میں کوئی کسر اٹھا رکھی تھی۔ اس طرح محض روپیہ کے بل بوتا انہوں نے دنیا کو گمراہ کرنے کی ہر ممکن کوشش شروع کر رکھی تھی۔ کوئی عیب نہ تھا جو انہوں نے اسلام کی طرف منسوب نہ کیا ہو اور کوئی اتہام نہ تھا جو انہوں نے نعوذ باللہ حضور پر نہ لگایا ہو۔ عیسائیوں کی انہی مذموم حرکات کا مختصراً ذکر فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"عیسائی لوگ اسلام کے مٹا دینے کے لئے جھوٹ اور بناوٹ کی تمام باریک باتوں کو نہایت درجہ کی جانکاہی سے پیدا کر کے ہر ایک رہزنی کے موقعہ اور محل پر کام میں لا رہے ہیں اور بہکانے کے نئے نئے نسخے اور گمراہ کرنے کی جدید جدید صورتیں تراشی جاتی ہیں اور اس انسانِ کامل کی سخت توہین کر رہے ہیں جو تمام مقدسوں کا فخر اور تمام مقربوں کا سرتاج اور تمام بزرگ رسولوں کا سردار تھا یہاں تک کہ ناٹک کے تماشاؤں میں نہایت شیطنت کیساتھ اسلام اور ہادی پاک اسلام کی بُرے بُرے پیرایوں میں تصویریں دکھلائی جاتی ہیں۔"

(فتح اسلام صفحہ ۳)

جیسا کہ ہر ایک زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ گمراہی اور ضلالت کی تاریکی کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے ایک خاص برگزیدہ انسان کو مبعوث فرماتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس تاریکی کے زمانہ میں بھی اسے مٹانے کے لئے مسیح موعود اور مہدی معہود کی شکل میں اسلام کے بطل جلیل حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ؑ کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی۔ اور ایک بندہ کو مصلحتِ عام کے لئے خاص کر کے بغرض اعلائے کلمہ اسلام

واشاعت نور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا۔" (فتح اسلام صا۔۶)

اسلام کے خلاف عیسائیوں کی اس یورش اور اپنی بعثت کی غرض وغایت کی تشریح فرماتے ہوئے حضور فرماتے ہیں :-

"اسلام کی پاک تاثیروں کو روکنے کے لئے جس قدر پیچیدہ افترا اس عیسائی قوم میں استعمال کئے گئے اور ہر مکروحیلے کام میں لائے گئے اور ان کے پھیلانے میں جان توڑ کر اور مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے بھی جن کی تصریح اس مضمون کو منزہ رکھنا بہتر ہے اسی راہ میں ختم کئے گئے۔ یہ کرسچن قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں کہ جب تک ان کے اس سحر کے مقابل پر خدا تعالیٰ وہ پرزور ہاتھ نہ دکھاوے جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو اور اس معجزہ سے اس طلسم کو پاش پاش نہ کرے تب تک اس جادو ئے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس جادو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا کہ اپنے اس بندے کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکاتِ خاصہ سے مشرف کر کے اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرۂ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف ودقائق ساتھ دیئے تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بت توڑ دیا جائے جو سحر فرنگ نے تیار کیا ہے۔" (فتح اسلام صف۔۶)

چنانچہ خدا کا یہ فرستادہ خدا تعالیٰ کے الہامات اور اس کی برکاتِ خاصہ سے مشرف ہو کر "باریک علوم" سے بہرۂ کامل حاصل کر کے "بہت سے آسمانی تحائف"، "علوی عجائبات" اور "روحانی معارف ودقائق" اپنے ساتھ لایا۔ خدا کے دیئے ہوئے ان ہتھیاروں سے کام لیکر اس نے اسی کے فضل سے "عیسائیت کے جادو" کو باطل کر دیا اور اس "آسمانی پتھر" کے ذریعہ سے وہ "موم کا بت" توڑ دیا جو سحر فرنگ نے تیار کیا تھا۔ خدا کا یہ بہادر سپاہی محض خدا پر توکل کر کے بے سروسامانی کے عالم میں بے تیر و تفنگ عالم عیسائیت کے مقابل تن تنہا سینہ سپر ہو گیا۔ اس مرد مجاہد نے عیسائیوں کا مقابلہ کر کے انہیں ہر میدان میں پسپا کر دیا۔ ان کے اوہام باطلہ کی تردید میں بیشمار گرانقدر کتب تصنیف فرمائیں اور انہیں چاردانگِ عالم میں پھیلا دیا تاکہ اسلام کے مقابل پر عیسائیت ہر میدان میں شکست کھاتی چلی جائے۔ اس نے دن دیکھا نہ رات اسے ایک ہی دُھن تھی وبس کہ دنیا اسلام کی صداقت وحقانیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائے اور دل سے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشوکت کی قائل ہو جائے عیسائیت کے رد میں حضور علیہ السلام کی ان بیسیوں کتب کی اشاعت اور دن رات کی انتھک کوشش اور جدوجہد کے

معجزانہ اثر کا اس امر سے اندازہ کیجئے کہ آج انہی ملکوں میں جہاں کبھی رات دن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جاتی اور اسلام کو ملعون کیا جاتا تھا ہاں انہی عیسائی ملکوں میں ایک طرف خدا کے فضل سے اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے والے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شب و روز درود بھیجنے والے تو مسلم فدائی کثرت سے پیدا ہو رہے ہیں وہاں دوسری طرف عیسائی کہلانے والوں میں بھی ایسے لوگ بکثرت پیدا ہو رہے ہیں جو اسلام کی صداقت و حقانیت اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت کے دل سے قائل ہو رہے ہیں کیونکہ تعصب کی گھٹائیں چھٹ رہی ہیں اور صداقت کی "آسمانی روشنی" (فتح اسلام) آشکار ہو رہی ہے چنانچہ

۱۔ مشہور انگریز ادیب جارج برنارڈ شا لکھتے ہیں :۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کو میں اس کی حیرت انگیز باطنی قوت کے باعث ہمیشہ سے ہی بہت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا رہا ہوں۔ میرے نزدیک یہی وہ واحد مذہب ہے جو زندگی کی تغیر پذیر کیفیت کو اپنے اندر سمو لینے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہے اور اس بنا پر یہ اپنے آپ کو ہر زمانے کے لئے قابلِ قبول بنا سکتا ہے۔ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تحیّر خیز شخصیت کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ میرے خیال میں آپ کو مخالفِ مسیح اور دجّال کہنا تو کجا خود انسانیت کا نجات دہندہ قرار دیا جانا چاہیئے۔ میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ اگر آپ ایسی شخصیت مطلق العنان حاکم کی حیثیت سے دنیائے جدید کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے تو وہ اسکے جملہ مسائل کو اس طور سے حل کرنے میں کامیاب رہیگی کہ جس کے نتیجے میں دنیا کو وہ امن اور مسرت میسر آ سکے جس کی یہ دنیا بہت متلاشی ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کے متعلق میں نے پیش خبری کے رنگ میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ مستقبل کے یورپ کے لئے بھی یہ اسی طرح قابلِ قبول ثابت ہوگا جس طرح کہ آج کے یورپ کیلئے یہ قابلِ قبول بنتا جا رہا ہے۔" (The Genuine Islam Vol 1, No 8)

۲۔ جی لنڈزے جانسن (G. Lendsay Johnson) لکھتے ہیں :۔

"اکثر عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں کے مذہب کے بارہ میں جس قسم کی لاعلمی اور جہالت کا مظاہرہ دیکھنے میں آتا ہے وہ خوفناک حد تک افسوسناک ہے۔ وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر جاتے ہیں کہ ایک ایسا مذہب جسے نوع انسان کا چھٹا حصہ اپنے دین کے طور پر قبول کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہے یقیناً بہت کچھ بھلائی اور خیر کا حامل ہوگا اور بہت مستحکم بنیادوں پر استوار ہوگا۔ کیونکہ ایسا خیال کرنا حماقت کے مترادف ہے کہ بنی نوع انسان کے ایسے حصۂ کثیر کے عمل و کردار

کو ایک مخصوص انداز میں ڈھالنے کا ضامن ہونے کے باوجود کوئی ایسی مستحکم بنیاد نہ ہو جس پر کہ یہ مذہب قائم ہو۔ اُس زمانہ کی تمام قوموں میں سے صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی وہ فردِ واحد تھے جو تمام دیگر معبودوں کی نفی کر کے صرف خدائے واحد پر ایمان رکھتے تھے۔ آپ سرچشمۂ کرم الٰہ کے طور پر سچائی اور صداقت پر، ازلی ابدی خدا کی مسلسل عبادت پر، تمام دوسری قوموں کی عزت و توقیر پر اور سب کے ساتھ یکساں عدل اور مشفقانہ سلوک پر بہت زور دیتے تھے۔ آپ ہر قسم کی نشہ آور چیزوں سے کلّی طور پر مجتنب رہنے کے قائل تھے۔ تمام امور اور معاملات میں اعتدال پسندی اور میانہ روی آپ کا شعار تھا، اور ہر قسم کے علوم و فنون کا احترام آپ ضروری خیال فرماتے تھے۔ اکثر غیر معقول باتیں جن کی قرآن میں موجودگی کو عیسائی ہم سے منوانا چاہتے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہ خود کبھی بیان فرمائیں اور نہ قرآن کے کسی صحیح اور مستند ترجمہ میں ان کا کوئی نشان ملتا ہے۔"

(The two worlds)

۳۔ اور لیمارٹین (Lamartine) لکھتے ہیں:۔

"کبھی کسی انسان نے اپنے لئے برضا و رغبت یا بجبر و اکراہ اتنا عظیم الشان مقصد مقرر نہیں کیا، عظیم الشان اسلئے کہ وہ مقصد اپنی ذات میں انسانی طاقت سے بالا تھا۔ وہ مقصد یہ تھا کہ اُن توہمات کو جو انسان اور اس کے خالق کے درمیان حائل ہو گئے تھے دُور کرنا، انسان کے دل میں خدا کے لئے جگہ بنانا اور خود انسان کو خدا کے حضور میں باریاب کرنا، بُت پرستی کے تماشے ہوئے بے ڈھنگے مادی خداؤں کی طوائف الملوکی کے درمیان ہستی باری تعالےٰ کے معقول اور مقدس تصوّر کو شایانِ شان طریق پر از سرِ نو بحال کرنا ۔۔۔۔ کبھی کسی انسان نے ایسا عظیم الشان کام جو انسانی طاقت سے اس قدر بالا ہو اس قدر بے سروسامانی کے عالم میں سرانجام دینے کا بیڑا نہ اٹھایا تھا۔ اس لئے کہ اتنے عظیم الشان مقصد کی تشکیل اور پھر اس کی تکمیل کے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس خود اپنی ذات کے سوا اور کوئی آلۂ کار نہ تھا، اور صحرا کے ایک گوشے میں رہنے والے گنتی کے چند آدمیوں کے سوا اور کوئی امداد حاصل نہ تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کبھی کسی انسان نے اتنا عظیم اور اتنا دیرپا انقلاب دنیا میں برپا کر کے نہیں دکھایا کیونکہ ظہورِ اسلام پر ابھی دو صدیاں بھی گزرنے نہ پائی تھیں کہ اسلام ایمان اور طاقت کے بل پر نہ صرف سارے عرب پر غالب آ گیا بلکہ اس نے ایران

خراسان، ماوراالنہر، مغربی ہندوستان، شام، مصر، حبشہ، شمالی افریقہ کا تمام معلومہ علاقہ، بحیرۂ روم کے متعدد جزائر، اور مغربی یورپ کا ایک حصّہ خدائے واحد کے نام پر فتح کر ڈالا۔

اگر یہ صحیح ہے کہ مقصد کی عظمت، اور اس کے بالمقابل وسائل و ذرائع کی قلّت اور حیران کن نتائج تینوں مل کر کسی انسان کے نابغۂ روزگار ہونے کے حق میں معیار اور محک کی حیثیت رکھتے ہیں تو کون ہے جو تاریخ کے دورِ جدید میں کسی بھی بڑے انسان کو محمّد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں پیش کرنے کی جرأت کر سکے؟ - تاریخ کی مشہور ترین ہستیوں نے صرف طاقت حاصل کی، قوانین بنائے اور سلطنتیں قائم کیں۔ لے دے کے انہوں نے یہی کیا نا کہ مادی سلطنتوں اور حکومتوں کی بنیاد ڈالی جو اکثر و بیشتر خود اُن کی آنکھوں کے سامنے ملیا میٹ ہو کر رہ گئیں لیکن اس عظیم شخص (محمّد صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہ صرف فوجوں، قانون سازی، سلطنتوں، قوموں، اور شاہی خاندانوں کو ہلا کر رکھ دیا بلکہ اُس وقت کی آباد دنیا کے ایک تہائی حصہ کے لکھوکھا انسان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ اسی پر بس نہیں اس نے تو ایک ایسی کتاب کے بل پر جس کا حرف حرف قانون کی حیثیت اختیار کر گیا معابد، معبودانِ باطلہ، مذاہب، تصوّرات، معتقدات اور روحوں تک کو ہلا ڈالا اور سب کو ہی مسخر کر کے دکھا دیا۔ اس نے ایک روحانی قومیت کی بنیاد ڈالی جس نے ہر زبان اور ہر نسل کے لوگوں کو ایک کر دکھایا۔ اور وہ اپنے بعد امتیازی خصوصیت کے طور پر اس مسلم قومیت کا امٹ نقش نیز معبودانِ باطلہ سے نفرت اور خدائے واحد کے ساتھ شدید محبت کا جذبہ اپنی یادگار چھوڑ گیا۔"

(Histoire de la Turquie P. 276)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد کس قدر مبنی برحقیقت ہے کہ:-

"یہ کہ مسیحی قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں کہ جب تک اُن کے اس سحر کے مقابل پر خدا وہ پُرزور ہاتھ نہ دکھاوے جو معجزہ کی قوت اپنے اندر رکھتا ہو اور اس معجزہ سے اس طلسم کو پاش پاش نہ کرے تب تک اس جادوئے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے۔" (فتح اسلام صہ۶)

کس قدر عظیم معجزہ ہے یہ جس نے دلوں میں خوشگوار تبدیلی اور ذہنوں میں نیک تغیر پیدا کر دیا جس سے "اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بُت توڑ" دیا گیا جو سحرِ فرنگ نے تیار کیا تھا۔"
(فتح اسلام صلا) الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔
اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ آلِ محمّدٍ وبارک وسلّم۔

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بعض غیر مطبوعہ روایات

(بقیہ ص۴۰)

حاضر ہوئے۔ مَیں نے اُن کا تعارف کرایا۔ جب مَیں نے اُن کے گاؤں کا نام بتایا تو حضرت صاحبؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ کیا وہاں جنگیں بہت ہوا کرتی ہیں؟ سلطان حامد صاحب یہ سُن کر ہنس پڑے۔ اسی مجلس میں انہوں نے بیعت کر لی اور حضرت صاحبؑ سے پوچھا مَیں پہلے لا الٰہ الّا اللہ الّا ھو کا ورد کیا کرتا تھا، یہ ورد اب بھی جاری رکھوں یا نہیں؟ حضرت صاحبؑ نے فرمایا مَیں ورد پڑھوانے نہیں بلکہ شریعت پر عمل کرانے آیا ہوں۔ ورد پڑھنے کی ضرورت نہیں ہاں شریعت کے احکام پر چلنے کی ضرورت ہے۔ چند دن بعد مولوی سلطان حامد صاحب مجھ سے کہنے لگے بیعت کرنے سے تو پچھلی لذّت بھی جاتی رہی۔ مَیں نے مسجد میں یہ بات حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا مَیں دعا کرتا ہوں۔ چنانچہ حضورؑ اُسی وقت دست بدعا ہوئے۔ بعد دُعا فرمایا تین سال انتظار کریں اس کے بعد آپ پر اللہ تعالےٰ کے فضلوں کی بارش ہو گی۔ ابھی تین سال نہیں گزرے تھے کہ مولوی صاحب پر کثرت سے الہامات نازل ہونے شروع ہوئے۔ انہوں نے خود مجھے اپنے الہامات سُنائے جو فی الواقعہ اُسی طرح پورے ہوئے۔

"مَیں خدا تعالیٰ پر ایسا ایمان پیدا کرانا چاہتا ہوں کہ جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاوے وہ گناہ کی زہر سے بچ جاوے اور اُس کی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی ہو جاوے۔ اُس پر موت وارد ہو کر ایک نئی زندگی اُس کو ملے۔" (ملفوظات)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی

بعض غیر مطبوعہ روایات

(مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور۔ ربوہ)

۱۹۳۳ء میں خاکسار ضلع جھنگ میں بطور مبلغ مقرر تھا۔ یکم اکتوبر ۱۹۳۳ء کو خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی محترم حاجی مہر محمد کملانہ صاحب اسیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے گاؤں بستی دریام کملانہ ضلع جھنگ میں جا کر ملاقات کی۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۰ سال تھی۔ آپ نے میری درخواست پر بعض روایات بیان فرمائیں جنہیں خاکسار ساتھ کے ساتھ قلمبند کرتا جاتا تھا۔ آپ کی بیان کردہ روایات افادۂ احباب کی غرض سے ذیل میں درج ہیں۔ حضرت حاجی مہر محمد صاحب رضی پانچ بھائی تھے جو سب کے سب خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہو گئے تھے۔ آجکل آپ کے بھائی مہر ولیداد صاحب کے بیٹے مہر نور احمد صاحب جماعت احمدیہ بستی دریام کے پریذیڈنٹ ہیں۔ نیز آپ کے چھوٹے بھائی مہر دریام صاحب کی اولاد میں سے ایک مہر نور سلطان صاحب ایڈووکیٹ جھنگ ہیں اور دوسرے مہر شبیر محمد صاحب ایڈیشنل سشن جج ہیں۔

محترم حاجی مہر محمد صاحب کملانہ رضی کی روایات

میری بیعت ۱۸۹۵ء کی ہے۔ بیعت کی تحریک اس طرح ہوئی کہ ہمارے گاؤں کے قریب قتال پور میں ایک شخص رہتے تھے۔ ان کا نام خالق داد خاں گوندل تھا اور وہ ضلع شاہ پور کے رہنے والے تھے۔ میں ایک دفعہ اُن کے پاس گیا۔ اُنہوں نے کہا کہ مرزا صاحب ہی امام مہدی ہیں۔ میں نے کہا اُن کی کوئی کتاب دکھاؤ۔ انہوں نے حضرت صاحب کی کتاب "ازالۂ اوہام" پڑھنے کیلئے دی۔ میں نے وہ کتاب اُن سے لے لی۔ گھر آکر اُسے پڑھنا شروع کیا۔ مجھ پر کتاب کا بہت اثر ہوا۔ میں نے اُسے جادو سے تعبیر کیا اور کتاب کو غصہ میں پرے پھینک دیا۔ پھر ذرا سوچا تو اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ دل میں کہا میں نے کیسی بیوقوفی کی ہے کہ ایک ایسی کتاب کو جس میں جگہ جگہ قرآن مجید کی آیات لکھی ہیں پرے پھینک دیا۔ چنانچہ میں کتاب کو اٹھا لایا اور اُسے اپنے چھپر کے ایک ستون کے اُوپر رکھ دیا۔ چھ سات

روز کے بعد پھر خیال آیا کہ کتاب کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔ چنانچہ کتاب کا دوبارہ مطالعہ شروع کیا۔ آخر مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور یہ کہ حضرت مرزا صاحب خدا کی طرف سے ہیں۔ اس کے بعد جب کسوف و خسوف کا نشان ظاہر ہوا تو میرے استاد مولوی محمد علی صاحب نے مجھے حضرت صاحب کی ایک کتاب پڑھنے کے لئے دی۔ مَیں نے اُسے پڑھا تو حضرت صاحب کی صداقت کا یقین اَور پختہ ہو گیا۔ آخر دل میں فیصلہ کیا کہ اب خاموش رہنا ٹھیک نہیں مزید تحقیق کرنی چاہیئے۔ چنانچہ مَیں نے حضرت صاحب کو خط لکھا اور دریافت کیا کہ کیا آپ مہدی اور مسیح ہیں؟ حضرت صاحب نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ہاں ہمارا دعویٰ مہدی اور مسیح ہونے کا ہے۔ مَیں نے پھر خط لکھا اور اُس میں دریافت کیا کہ کیا ہم تحقیق کی غرض سے آپ کے پاس آسکتے ہیں؟ حضرت صاحب نے تحریر فرمایا ہاں آپ آسکتے ہیں۔ آپ کے آنے جانے کا کرایہ مَیں اپنے پاس سے دوں گا اور آپ کو کتابیں بھی مہیا کی جائیں گی تاکہ آپ تحقیق کر سکیں۔ چنانچہ مَیں نے حدیث کی کتابوں سے بہت سے اعتراضات اکٹھے کئے اور مَیں اور میرے استاد مولوی محمد علی صاحب مل کر قادیان گئے۔ جب ہم قادیان پہنچے تو اُس وقت حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مطب میں تشریف فرما تھے۔ ہم مطب میں آپ کے پاس گئے۔ آپ اُٹھ کر ملے اور فرمایا "میرا نام نورالدین ہے۔ مَیں طبیب ہوں آپ کو مجھ سے کام ہے یا حضرت مرزا صاحب سے؟" ہم نے کہا ہمیں آپ سے کام نہیں ہم حضرت مرزا صاحب سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ نے ہمیں بٹھایا اور پھر فرمایا اگر آپ کو کوئی بات دریافت کرنی ہو اور مَیں اسے حل کر سکوں تو آپ کو اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔ ہم نے کہا ہرگز نہیں۔ چند اعتراضات حل کروانے ہیں بے شک آپ ہی انہیں حل کر دیں۔ اس پر ہم نے وہ اعتراضات بیان کئے۔ حضرت مولوی صاحبؓ زبانی جواب دیتے رہے۔ جہاں آپ محسوس کرتے کہ ہماری تسلی نہیں ہوئی تو فوراً کتاب منگوا کر حوالہ ہمیں دکھا دیتے۔ آخر میری تسلی ہو گئی اور تمام اعتراضات دُور ہو گئے۔ اِس کے بعد حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضؓ ملے انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی کہا آپ لوگوں کے متعلق تو حضرت صاحب کی ہدایت ہے کہ آپ جب آئیں تو آپ کو کرایہ ریل ادا کیا جائے اور مطالعہ کے لئے کتابیں دی جائیں۔ ہم نے کہا اس کی ضرورت نہیں ہم بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ آخر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

بیعت کرنے کے بعد ہم اور بہت سے لوگوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاق سے اُسوقت مَیں بالکل حضرت صاحب کے سامنے تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ مہدی نے تو بڑے کرّ و فر سے آنا تھا آپ تو بالکل سادہ سے ہیں۔ اِس خیال کے آنے کے تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب نے کسی قدر آنکھیں کھول کر میری طرف نگاہ کی۔ مَیں پہلے ہی حضرت صاحب کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مَیں نے فوراً اپنی نگاہیں نیچی کر لیں۔ تین دفعہ

ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت صاحب نے میری طرف دیکھا، آنکھیں چار ہوئیں اور میں نے ہر بار نگاہیں نیچی کر لیں میرے دل سے تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے اور اسکے بعد تو میری یہ حالت ہوئی کہ متواتر تین دن تک نماز دل میں اور قطار روتا رہا حتیٰ کہ دل سے تمام میل اُتر گئی اور یوں محسوس ہونے لگا جیسے سینہ دھل گیا ہو۔ آخر ہفتہ عشرہ قادیان میں قیام کر کے میں واپس اپنے گھر آ گیا۔ اس کے بعد چھ چھ سات سات مہینے اور پھر سال سال اور دو دو سال بھی حضورؑ کی زندگی میں قادیان جا کر وہاں قیام کرتا رہا۔

جس وقت حضرت صاحب نے "خطبہ الہامیہ" پڑھا تو میں خود اُس وقت مجلس میں موجود تھا۔ میں، میرے بڑے بھائی مہر سمند صاحب اور میرا ملازم ہم تینوں وہاں موجود تھے۔ حضرت صاحب نے منبر پر تشریف فرما ہو کر مسجد اقصیٰ میں خطبہ پڑھا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ خطبہ لکھتے جاتے تھے۔ خطبہ کے دوران حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ تو حضورؑ سے کچھ نہ پوچھتے تھے لیکن حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ وقتاً فوقتاً حضورؑ سے پوچھتے تھے کہ یہاں کیا لفظ ہے۔ خطبہ کے دوران حضورؑ نے منبر سے اُتر کر سجدہ کیا اور حضورؑ کے ساتھ تمام حاضرین نے بھی سجدہ کیا۔ خطبہ کے بعد حضورؑ نے فرمایا کہ جب میں خطبہ دیتے ہوئے کہیں اٹک جاتا تھا تو فرشتے لکھی لکھائی تختیاں لے کر سامنے آ جاتے تھے اور میں انہیں پڑھ کر بیان جاری رکھتا تھا۔

۹ رذی الحج کو حضرت صاحب نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ آج کے دن میرے مریدوں میں سے جو شخص دعا کے لئے رقعہ لکھے گا اللہ تعالیٰ اُس کی وہ دُعا قبول فرمائے گا۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص دعا کی غرض سے مجھے بھی اطلاع دے۔ چنانچہ اس موقعہ پر میں نے بھی دُعا کے لئے ایک رقعہ لکھ کر حضرت صاحب کی خدمت میں ارسال کیا۔ اُس وقت میرے دل میں یہ خیال تھا کہ مہر وہاب کا والد مہر چھیا جو بڑا آدمی ہے اور میرا رشتہ دار بھی ہے وہ احمدی ہو جائے۔ یہ شخص احمدیت کا سخت مخالف تھا اور مناظرے بھی کرایا کرتا تھا۔ پہلے تو وہ قادیان جانے کا نام بھی نہ لیتا تھا لیکن حضرت صاحبؑ کی دعا کے بعد اُس میں ایسا تغیر آیا کہ وہ میرے کہنے پر قادیان چلنے کیلئے تیار ہو گیا۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ قادیان گیا اور وہاں سے بیعت کر کے واپس آیا۔ وہ بڑا نامی اور مشہور چور ہوا کرتا تھا لیکن احمدی ہونے کے بعد اس نے چوری وغیرہ سے ایسی توبہ کی کہ پھر ایسے کاموں کے قریب بھی نہ پھٹکتا تھا۔

ایک دفعہ میں قادیان گیا۔ میری طبیعت پہلے ہی ناساز تھی وہاں جا کر کھانسی اور خفیف سی حرارت بھی رہنے لگی۔ ماہ کتک سے ماگھ تک حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کے زیر علاج رہا لیکن شفا نہ ہوئی۔ آخر ایک دن حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا "اب تو حد ہو چکی ہے۔ حضور میرے لئے دعا کریں۔" آپ نے فرمایا "ہاں میں ضرور دعا کروں گا" چنانچہ ابھی چھ سات یوم بھی نہ گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے شفا عطا فرما دی اور میں بالکل تندرست ہو گیا۔

میں محض قرآن مجید پڑھنے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لئے قادیان جا کر وہاں کافی عرصہ تک رہا کرتا تھا۔

حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے پاس جاکر قرآن مجید پڑھتا اور اپنی طرف سے بہت توجہ دیتا لیکن حسب خواہش طبیعت میں لگاؤ پیدا نہیں ہوتا تھا۔ آخر حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپؑ نے فرمایا ”اچھا تمہیں قرآن پڑھنے کا شوق ہے میں تمہارے لئے ضرور دُعا کروں گا۔“ حضورؑ کی دُعا کی برکت سے مجھے قرآن مجید کے ساتھ لگاؤ اور تعلق اپنی علمی استعداد کے مطابق پیدا ہو گیا اور وہ لطف ابھی تک باقی ہے۔

ایک دفعہ جب میں قادیان گیا تو حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کیا ”حضور! بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ حضور کے سامنے بیان کرنے سے حجاب آتا ہے۔“ حضورؑ نے فرمایا حجاب کی ضرورت نہیں جو بات کہنی ہے کہو۔ میں نے عرض کیا کہ میری شادی میرے ماموں کے گھر ہونے والی تھی لیکن وہ اب رشتہ نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا ”کیا منگنی ہو چکی تھی؟“ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ میں نے یہ بھی درخواست کی کہ حضور دعا فرمائیں کہ کسی بہتر جگہ رشتہ ہو جائے۔ میں نے یہ بات اُس وقت عرض کی جب حضرت صاحب ظہر کی نماز سے قبل مسجد میں تشریف فرما تھے۔ جب حضرت صاحبؑ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو مجھے مخاطب کر کے فرمایا ”مہر محمد میں آپ کے لئے دُعا کروں گا۔“ پھر دوبارہ فرمایا ”مہر محمد صاحب میں ضرور آپ کیلئے دُعا کرونگا۔“ چنانچہ جب میں اپنے گاؤں میں واپس آیا تو خدا کی شان کہ جن لوگوں کی میں منت سماجت کرتا تھا اور وہ رشتہ دینے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے وہ خود ہی رشتے پیش کرنے لگے۔ چنانچہ تین آدمیوں نے رشتے پیش کئے۔ میں نے اُن میں سے دو رشتے ردّ کر دیئے اور تیسرے رشتہ کو قبول کر لیا اور میری شادی ہو گئی۔ یہ ایک زندہ معجزہ تھا جو خاص میرے متعلق پیش آیا۔

ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانویؓ والد حکیم محمد عمر صاحب مسجد میں مجھ سے اِس بات پر بحث کرنے لگے کہ جنّ ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بحث کی کیا ضرورت ہے حضرت صاحب سے پُوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت صاحبؑ صبح کی سیر کی غرض سے باہر تشریف لائے تو میں یہ بات پوچھنے کی نیّت سے آدمیوں میں گھُستا ہوُا حضرت صاحب کے بالکل قریب جا پہنچا۔ بغیر اِس کے کہ میں کچھ عرض کرتا حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جنّ بھی ہیں۔ میں نے تو ان کو پہاڑوں میں بھی ڈھونڈا مجھے تو ان کا کہیں پتہ نہیں لگا۔ اس کے بعد بھی حضرت صاحبؑ نے اِس تعلق میں کچھ باتیں بیان فرمائیں لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہیں۔

ہماری بستی کے قریب ہی ایک گاؤں قتال پور ہے وہاں ایک مولوی سلطان حامد صاحب رہا کرتے تھے جو پیر قطب شاہ صاحب کے مرید تھے۔ ان کے ہاں انفاس نفی اثبات یعنی لا الٰہ الّا اللہ الّاھو کا وِرد ہوُا کرتا تھا۔ میری تحریک پر وہ میرے ساتھ قادیان گئے اور حضرت صاحبؑ کی خدمت میں

یورپ میں اسلام کے آسمانی حربہ کا ظہور

مصنوعی خداؤں کو تسلیم کرنے والی استعدادیں اور انکی ہلاکت

حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے ۶۵ سال قبل عیسائیت کے ناکام ہونے اور اس کی بجائے دنیا میں اسلام کے غالب آنے کی بشارت دیتے ہوئے اعلان فرمایا تھا:-

"مَیں ہر دم اِس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے ..... مَیں کبھی کا اِس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا آقا قادر و توانا مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے، غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے، مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر مَیں چاہوں تو مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کر دوں۔ سو اَب اُس نے چاہا ہے کہ ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھاوے، سو اَب دونوں مریں گے کوئی اُنکو بچا نہیں سکتا، اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو تسلیم کر لیتی تھیں، نئی زمین ہو گی اور نیا آسمان ہو گا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں جو سچائی کا آفتاب مغرب سے چڑھیگا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا، اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہو گا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور جو نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام، اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹیگا اور نہ کند ہو گا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا، اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار

سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اُتارنے سے ۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی "

(اشتہار ۱۴ر جنوری ۱۸۹۷ء)

گزشتہ نصف صدی سے یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوتی چلی آرہی ہے اِس کا اندازہ خود یورپ اور امریکہ سے شائع ہونے والے عیسائی اخبارات کے مندرجات سے لگایا جا سکتا ہے ۔ اِس سلسلہ میں قبل ازیں ہم یورپی اخبارات کے ایسے متعدد اقتباسات شائع کر چکے ہیں جن میں عیسائیت کے تنزّل اور اسلام کی روز افزوں ترقی کا کھلے طور پر اعتراف کیا گیا ہے ۔ آج ہم اسی تسلسل میں لندن سے شائع ہونے والے مشہور عیسائی مجلّہ "ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ" کے دو اقتباسات ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جن سے یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام کی اِس پیشگوئی کے بموجب خود یورپ میں عیسائیوں کی اولادیں عیسائیت کی غیر فطری تعلیم سے بیزار ہو کر اسے خیرباد کہہ رہی ہیں اور اِس طرح وہ تمام استعدادیں جو مصنوعی خداؤں کو تسلیم کر لیتی تھیں خود بخود نابود ہوتی جا رہی ہیں اور اُن کے نابود ہونے کے ساتھ ساتھ یورپ کو رفتہ رفتہ سچے خدا کا پتہ ملتا جا رہا ہے اور احدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں میں رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں اس کے پھیلنے کے آثار دن بدن نمایاں سے نمایاں تر ہوتے جا رہے ہیں ۔

قبل اِس کے کہ ہم "ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ" کے تازہ شمارہ سے مذکورہ اقتباسات درج کریں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ مروجہ عیسائیت کی بنیاد اِس غلط عقیدے پر ہے کہ مسیح نے نعوذ باللہ ابن اللہ اور خدا ہونے کی حیثیت میں صلیب پر جان دے کر تمام بنی نوع انسان کی طرف سے اُن کے موروثی گناہ کا کفارہ ادا کر دیا اور اِس طور سے صلیب پر از روئے بائیبل لعنتی موت مرنے کے بعد اپنی خدائی کے بل پر قبر میں سے جی اُٹھا چنانچہ اگلے روز اس کی قبر خالی پائی گئی اور بعد میں وہ اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر چلا گیا ۔ اِس تمام مصنوعی واقعہ کو عیسائی دنیا میں " Empty Tomb " یعنی "خالی قبر" کے الفاظ سے ظاہر کیا جاتا ہے ۔ آجکل کے سائنٹفک دَور میں یورپ کے باشندے عیسائی پادریوں کی زبردست تائیدی کوششوں کے باوجود اِس سارے واقعہ کو غیر فطری قرار دے کر اِس کو سراسر ایک واہمہ یا من گھڑت اور مصنوعی قرار دینے کی طرف مائل ہوتے جا رہے ہیں ۔ اِس واقعہ کا انکار در اصل مسیح کی فرضی الوہیت کے انکار کے مترادف ہے کیونکہ مروجہ عیسائیت کی رو سے یہ واقعہ اس کی الوہیت پر ایک دلیل کی حیثیت رکھتا ہے "ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ" نے اپنی جون ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں اِس سارے واقعہ پر ایک مشہور

آزاد خیال یورپی عیسائی کے اعتراض کا ذکر کر کے اس کے خلاف بہت واویلا کیا ہے۔ وہ اعتراض جو یورپ کی ایک بہت بڑی اکثریت کے فکری رجحان کی نمائندگی کرتا ہے خود رسالہ مذکور کے الفاظ میں یہ ہے :-

"زمانۂ موجودہ کے ایک آزاد خیال عیسائی نے حال ہی میں خود عیسائی مذہب پر حملہ آور ہوتے ہوئے کہا ہے کہ بلاشبہ چرچ بہت سی پیش آمدہ مشکلات سے اپنا دامن بچا سکتا تھا اور دنیا میں نمایاں طور پر زیادہ کامیابی کا مستحق بن سکتا تھا، اگر وہ "خالی قبر" کے معجزے کو اپنا کر انسانی ذہن اور سمجھ بوجھ پر خواہ مخواہ کا بوجھ نہ ڈالتا اور اس طرح خالصۃً ایک ایسی انجیل پر اکتفا کرتا جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہوتی۔ اس آزاد خیال یورپی باشندے کا کہنا ہے کہ اگر "خالی قبر" کا واقعہ رونما نہ ہوتا اور بعد میں بھی خلافِ معمول واقعات کا ظہور پذیر ہونا ظاہر نہ کیا جاتا تو کیا ایسا کرنے سے مسیح کی اصل تعلیم کے کسی اہم حصہ سے محرومی لازم آجاتی؟ (یعنی نہیں اور ہرگز نہیں۔ ناقل)"

(ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ بابت جون ۱۹۶۲ء صفحہ ۲۲)

اس آزاد خیال یورپی عیسائی کا استفہامیہ انداز صاف اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ مسیح کا صلیب پر فوت ہونا اور فوت ہونے کے بعد جی اٹھنا اور پھر زندہ آسمان پر اٹھایا جانا غیر فطری ہونے کے باعث سراسر ناقابلِ قبول ہے اور اس کے بناوٹی ہونے کو ظاہر کر رہا ہے اور یہ کہ مسیح کی اصل تعلیم اور واقعاتِ صحیحہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر عیسائی دنیا موجودہ سائنٹفک دور میں اس سارے مصنوعی واقعہ کو عیسائیت سے خارج کر دے تو پھر عیسائیت کے دنیا میں باقی رہنے کا کوئی امکان ہو سکتا ہے؟ بصورتِ دیگر خود عیسائی کہلانے والے ایسے مذہب کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوتے چلے جائیں گے۔ خود عیسائیوں میں سے ایک بہت بڑی اکثریت کا یہ نقطۂ نظر اس امر پر گواہ ہے کہ وہ خراب استعدادیں جو مصنوعی خداؤں کو تسلیم کر لیا کرتی تھیں آپ ہی آپ ختم ہو رہی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی پیش کردہ سچی اور حقیقی توحید کے پھیلنے اور غالب آنے کی راہ دن بدن استوار ہوتی جا رہی ہے۔

"ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ" نے خود اہلِ مغرب کی عیسائیت سے بیزاری کا ذکر کرنے کے علاوہ دنیا میں اسلام کے غالب آنے کے امکانات کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس نے "Temple Gairdner" (ٹمپل گائرڈنر) کے حسب ذیل الفاظ نقل کر کے لکھا ہے کہ اگرچہ اس نے یہ الفاظ آج سے پچاس سال قبل کہے تھے لیکن یہ آج بھی اتنے ہی صحیح ثابت ہو رہے ہیں جتنا کہ اس کے اپنے زمانہ میں یہ درست خیال کئے جاتے تھے۔ وہ الفاظ جیسا کہ رسالۂ مذکور نے انہیں نقل کیا ہے یہ ہیں :-

"اسلام عیسائیت کے بعد ظاہر ہونے والا اکیلا اور عظیم مذہب ہے۔ یہ اکیلا مذہب ہے جو (مروجہ) عیسائیت کی صداقت کو یکسر جھٹلاتا ہے۔ یہ اکیلا مذہب ہے جو عیسائیت کی اصلاح کرنے، اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور اس کی جگہ لینے کا دعویدار ہے۔ یہ اکیلا مذہب ہے جس نے ماضی میں عیسائیت کو شکست دی ہے۔ اور یہ اکیلا مذہب ہے جو آج دنیا کے مختلف علاقوں میں عیسائیت پر غالب آکر اس کی جگہ اپنا سکہ بٹھاتا چلا آرہا ہے۔"

(ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ بابت جون ۱۹۶۲ء صفحہ ۴۲)

"ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ" کے اعتراف کے بموجب مغرب میں خود عیسائیوں کا مروجہ مسیحیت کو خلافِ فطرت قرار دینا اور ان امور کو جو الوہیتِ مسیح کی بنیاد ہیں جھٹلانا اور پھر اسلام کی عظمت اور اس کی روز افزوں ترقی اور کامیابی کا اعتراف کرنا اس حقیقت کو آشکار کر رہا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر آج سے ۶۵ سال قبل عیسائیت کے مٹنے اور اس کے بالمقابل اسلام کے غالب آنے کی جو پیشگوئی فرمائی تھی وہ نہایت شان سے پوری ہوتی چلی آرہی ہے۔ ان حالات میں کون انکار کر سکتا ہے کہ فی الواقعہ خدائی مشیت کے ماتحت وہ دن قریب سے قریب تر آرہے ہیں کہ جب غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے اور ساتھ ہی وہ تمام استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو تسلیم کر لیتی تھیں اور اس طرح خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا۔ یہ سب کچھ آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے اور اس امر کا پتہ دے رہا ہے کہ یہ انقلاب عنقریب پایۂ تکمیل کو پہنچنے والا ہے۔ صرف دیر اس بات کی ہے کہ ہم غلبۂ اسلام کی آسمانی جدوجہد کے تعلق میں اپنے فرض کو پہچانیں اور عظیم الشان قربانی و ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس آسمانی جدوجہد میں حصہ دار بننے کی کوشش کریں خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین +

ایمان اور عمل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"عمل ایمان کا زیور ہے۔ اگر انسان کی عملی حالت درست نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں ہے۔"

(ملفوظات)

بچوں کا صفحہ

ماں کی مامتا

ماں کی مامتا ضرب المثل کا درجہ رکھتی ہے ماؤں کو اپنی اولاد سے جتنی شدید محبت ہوتی ہے اس دنیا میں اس کی اور کوئی مثال نہیں ملتی۔ مائیں اپنی اولاد کی خاطر بہت تکلیفیں اٹھاتی ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں اپنی جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں ہوتا۔ ہم تمہیں ماں کی مامتا کا ایک واقعہ سناتے ہیں۔ یہ واقعہ خاص طور پر بہت اہم ہے۔ اس لئے کہ یہ ہمارے آقا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور پھر ہم یہ واقعہ سنائینگے بھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے الفاظ میں۔ حضور نے اس واقعہ کو کئی دفعہ اپنے خطبات اور تقریروں میں بیان فرمایا ہے۔ ہاں تو وہ واقعہ یہ ہے:۔

"ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ آج ایک بات کو دیکھ کر مجھے بڑی تکلیف ہوئی اور میرے دل پر اس کا گہرا اثر ہے۔ یا رسول اللہ ایک غریب عورت آج میرے پاس آئی۔ اس کے دائیں اور بائیں دو بچے تھے۔ اس نے میرے پاس آکر کہا میں بھوکی ہوں مجھے کھانے کو کچھ دو۔ میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ میں نے کہا اچھا دیکھتی ہوں اگر کھانے کو کچھ ہوا تو تمہیں دیدوں گی۔ یا رسول اللہ مجھے سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہ ملا۔ اس عورت کا چہرہ سوکھا ہوا تھا اور اس کے چہرے پر بھوک کی وجہ سے کمزوری کے آثار تھے۔ میں نے اُسے وہ کھجور دیکر کہا میرے پاس یہی ایک کھجور ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ یا رسول اللہ اُس عورت نے اُسی وقت دانتوں سے اُس کھجور کے دو حصے کئے اور ایک حصہ ایک بچے کو دیدیا اور دوسرا حصہ دوسرے بچے کو دیدیا۔ یا رسول اللہ اُس نے خود اُسے چکھا بھی نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تبھی تو خدا تعالیٰ نے ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت رکھی ہے"

(الفضل ۱۷ دسمبر ۱۹۵۲ء)

دیکھا تم نے ماں کی مامتا کیسی ہوتی ہے۔ وہ عورت بہت بھوکی تھی۔ بھوک سے نڈھال ہو رہی تھی۔ چاہتی تو کھجور خود کھا سکتی تھی لیکن اُس نے خود چکھی تک نہیں۔ اپنے ننھے ننھے بچوں کو کھلا دی۔ یقین جانو ہر ماں کو اپنی اولاد سے ایسی ہی محبت ہوتی ہے۔ اسی لئے جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ماؤں کے قدموں کے نیچے جنّت رکھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ماں کی خدمت کرنے سے انسان جنّت کا مستحق بنتا ہے۔ پس بچو تمہیں بھی چاہیئے کہ تم اپنے ماں باپ کی عزّت کرو، اُن کا کہنا مانو، اور اُن کی خدمت کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھو۔ خدا اِس کے بدلہ میں تمہیں جنّت عطا کرے گا۔

خدا سب بچوں کو اپنے والدین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ انہیں دینی و دنیوی ترقیات سے نوازے۔ اور انہیں اگلے جہان میں جنّت کا وارث بنائے۔ آمین +

وفات مسیح ناصری علیہ السلام

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال — دل میں اُٹھتا ہے میرے سَو سَو اُبال
ابنِ مریمؑ مر گیا حق کی قَسم — داخلِ جنّت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اُس کو فرقاں سر بسر — اُس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے — ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

کوئی مُردوں سے کبھی آیا نہیں
یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں

(درّثمین اُردو)

اہم مرکزی اعلانات

انصار اللہ کا آٹھواں سالانہ اجتماع

جملہ مجالس انصار اللہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ انصار اللہ کا آٹھواں سالانہ اجتماع انشاء اللہ العزیز مورخہ ۲۶-۲۷-۲۸ اکتوبر بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار منعقد ہوگا۔ مجالس اس میں شمولیت کے لئے ابھی سے تیاری شروع فرمادیں۔ نیز جو مجالس یا اراکین شوریٰ انصار اللہ کے لئے کوئی تجویز بھجوانا چاہیں وہ زعیم / زعیم اعلیٰ کی وساطت سے مجلس عاملہ مقامی کی منظوری سے معین الفاظ میں لکھ کر مرکز میں زیادہ سے زیادہ دس ستمبر تک بھجوادیں۔ مجلس عاملہ مقامی کی منظوری کے بغیر کسی تجویز پر غور نہیں ہوسکے گا۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

انصار اللہ کے مالی حصہ کو مضبوط بنایئے!

"سال کی پہلی ششماہی گزر گئی ہے"

اراکین مجلس انصار اللہ سے یہ امر مخفی نہیں کہ مالی سال کی پہلی ششماہی گزر چکی ہے لیکن اس وقت تک اراکین کے چندہ کی جو رقوم مرکز میں پہنچی ہیں اُن سے یہ بات واضح ہے کہ وصولی بجٹ کے مطابق نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دوست دوسری ششماہی میں ہی وصولی پر زور دیا کرتے ہیں لیکن اب وقت گیا ہے کہ پوری مستعدی اور توجہ سے وصولی کی جائے اور جو رقوم وصول ہوں وہ ساتھ ساتھ مرکز میں بھجوائی جاتی رہیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو مرکز کے مالی حصہ کو مضبوط کریں گے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ)

انصار اللہ کا تیسری سہ ماہی کا امتحان

مجالس انصار اللہ مطلع رہیں کہ ان کا تیسری سہ ماہی کا امتحان مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۶۲ء بروز اتوار منعقد ہوگا

اور جیسا کہ مطبوعہ ہدایات میں درج کیا جا چکا ہے اس سال ہی کا نصاب حسب ذیل ہوگا۔ زعماء / زعماء اعلیٰ کرام کوشش فرمادیں کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں انصار اس امتحان میں شمولیت فرما دیں نیز ان کے نام مرکز میں بھجوا دیئے جائیں۔

نصاب:-

ا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف "لیکچر لاہور"۔

ب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ چار الہامی دعائیں حفظ کی جائیں:- (۱) رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرْنِي وَارْحَمْنِي (۲) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ (۳) رَبِّ اَذْهِبْ عَنِّی الرِّجْسَ وَطَهِّرْنِيْ تَطْهِيْرًا۔

(۴) رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِّنَ السَّمَاءِ۔

نوٹ:- ربوہ میں یہ امتحان ۲۸ ستمبر بروز جمعہ ہوگا۔ (قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

امراء و صدر صاحبان سے ضروری گذارش

مجالس انصار اللہ کا قیام

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اکثر جماعتوں میں مجالس انصار اللہ قائم ہیں اور دینی جہاد میں ان کی مساعی قابل قدر ہیں مگر ابھی تک بعض ایسی جماعتیں بھی ہیں جہاں مجالس انصار اللہ قائم نہیں۔ گویا وہ ایسی مجلس کے قیام سے محروم ہیں جو نظام سلسلہ کو بیدار رکھنے کا باعث ہے۔ ایسی جماعتوں کے امراء / صدر صاحبان سے گذارش ہے کہ وہ ازراہ کرم اپنی اولین فرصت میں اپنے ہاں مجالس انصار اللہ قائم فرمادیں اور زعیم انصار اللہ کا انتخاب کروا کے اپنی رپورٹ کے ساتھ نام بغرض منظوری صدر محترم مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی خدمت میں بھجوادیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان مجالس میں شمولیت کو ایمان کی حفاظت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور نے مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا:-

"ان مجالس میں شامل ہونا درحقیقت ایمان کی حفاظت کرنا اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہے جو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ہم پر عائد ہیں اور خدا اور اس کے رسول نے جو احکام دیئے ہیں انکے نفاذ اور اجراء میں حصہ لینا صرف میرا فرض نہیں بلکہ ہر شخص کا فرض ہے۔"

(قائد تجنید مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے

یہ خدا کو ایسا نزدیک کر دیتی ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

,, مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے تھکتے نہیں کیونکہ وہ ایک دن رہائی پائینگے ۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ وہ ایک دن دیکھنے لگیں گے ۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ وہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے ۔

مبارک تم جبکہ تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے ، اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں ، سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے ، اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے ، کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جائے گا ۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم ، حیاوالا ، صادق ، وفادار ، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے ۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا ۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو ۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا کہ بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ ۔ دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی ۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے ۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے ۔

(لیکچر سیالکوٹ)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ہوا